June-2017

جون ۲۰۱۷ء

اہل سنت وجماعت کا ترجمان

# ماہنامہ پیغام شریعت دہلی







والدین یا اولاد پر زکوٰۃ خرچ کرنا کیسا ہے؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اُبی کی نماز جنازہ کیوں پڑھی؟

مریض اور مسافر کے روزوں کا حکم

بی جے پی کی حکومت اور قوانین ہند میں تبدیلیاں

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے چودھویں فقہی سیمینار کے فیصلے

سپریم کورٹ کا اسلامی فیصلہ

₹15/-

کیا انجکشن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

# فہرست مضامین



**نوٹ**

مندرجات سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔

کسی قسم کی عدالتی چارہ جوئی صرف دہلی کی عدالت میں قابل سماعت ہوگی۔

اداریہ

# شرعی کونسل آف انڈیا (بریلی شریف) کا
# چودہواں سالانہ فقہی سیمینار اور اس کے فیصلے

(فیضان المصطفیٰ قادری)

فقہ اسلامی خصوصاً فقہ حنفی ایسا جامع قانونی مواد کا ذخیرہ ہے جس کی مثال دنیا کے کسی مذہبی لٹریچر میں موجود نہیں۔ ہر زمانے اور ہر معاشرے میں پیش آنے والے تمام مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت اس میں موجود ہے۔ ماضی قریب میں عالم اسلام کے عبقری اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی ایسی حل المشکلات شخصیت گزری ہے جنھوں نے اپنے عہد کے تقریباً تمام مسائل حل کیے اور ہر مسئلے کا شافی ووافی جواب عطا کیا، لیکن ان کے بعد نت نئے مسائل تھمنے کا نام نہیں لیتے، خصوصاً دور حاضر میں صنعتی انقلاب اور ٹکنالوجی سے بھرپور کارگاہِ حیات نے نئے سوالات کی رفتار تیز تر کر دی ہے۔ مفتیان کرام چند سوالات حل کرتے ہیں تو اتنے ہی مزید سوالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ بہت سے نئے سوالات اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو حل کرنا فرد واحد کا کام نہیں، بلکہ ضرورت ہوتی ہے کہ ان کے لیے ایسے مفتیان کرام سر جوڑ کر بیٹھیں جو فقہ وفتاویٰ پر مہارت کے ساتھ ہی دور جدید کے حالات اور تقاضوں سے بھی خوب واقف ہوں۔ اللہ تعالیٰ رحمتوں کی بارش برسائے تاج الشریعہ مدظلہ العالی اور ان کے اعوان وانصار پر جنھوں نے اگست ۲۰۰۳ میں شرعی کونسل آف انڈیا کی داغ بیل ڈالی۔ ہر سال اس پلیٹ فارم سے دو تین نئے موضوعات کے ضمن میں درجنوں سوالات حل ہو کر منظر عام پر لائے جاتے ہیں۔ فقہی سیمینار کی سالانہ مجلسوں کے اہتمام وانصرام میں جو فکری، علمی اور مالی توانائیاں صرف ہوتی ہیں دور سے ان کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ ہم اپنے قارئین سے اس کے منتظمین اور شرکائے سیمینار کے لیے دلی دعاؤں کی درخواست کرتے ہیں۔

گزشتہ ۲۱، ۲۲، ۲۳ اکتوبر ۲۰۱۶ء کو اس کا چودہواں فقہی سیمینار جامعۃ الرضا بریلی شریف میں منعقد ہوا، جس کی سرپرستی تاج الشریعہ حضور مفتی اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی نے اور قیادت محدث کبیر ممتاز الفقہا حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی نے فرمائی، جس میں ملک کے مختلف علاقوں سے مفتیان کرام کی ایک بڑی جماعت نے شرکت کی۔ اس تین روزہ سیمینار کے لیے درج ذیل تین موضوعات منتخب کیے گئے تھے:

(۱) سفر حج کے دوران عورت مطلقہ یا بیوہ ہو جائے تو کیا کرے؟
(۲) اکسیڈنٹ پر معاوضہ، اس کی بیع وشراء اور ٹھیکے وکمیشن کا شرعی حکم
(۳) فصل کاٹنے کی اُجرت کٹی ہوئی فصل سے دینے کی شرعی حیثیت

مذکورہ موضوعات کے لیے سوالات چند ماہ قبل ہی مفتیان کرام کی بارگاہ میں پیش کر دیے گئے تھے، جن کے جوابات کے لیے ان حضرات نے تفصیلی مقالات قلم بند کیے اور مذکورہ تاریخ پر بریلی شریف حاضر ہو کر سیمینار میں شرکت کی۔ اور مختلف مجلسوں کے دوران بحث وتمحیص کی منزلوں سے گزار کر جن فیصلوں پر اتفاق کیا انھیں درج کر لیا گیا۔ ہم اپنے قارئین کے لیے ان تینوں موضوعات پر سوالات اور فیصلے شائع کر رہے ہیں۔

# فیصلہ

## بابت: سفر حج کے دوران عورت مطلقہ یا بیوہ ہو جائے تو کیا کرے؟

سوال(۱) عدت اصل خروج سے مانع ہے یا سفر شرعی سے؟ بے محرم جانے سے مانع ہے یا محرم کے ساتھ بھی؟

الجواب: باتفاق رائے طے ہوا کہ عدت اصل خروج سے مانع ہے، خواہ محرم کے ساتھ ہو یا نہ ہو۔ ردالمحتار، ج۵، ص۲۲۵، مکتبہ زکریا میں ہے: ''**اما الخروج للضرورة فلا فرق بينهما كما نصوا عليه فيما ياتی**''۔ تبیین الحقائق، ج۳، ص۲۷۳ میں ہے: ''**والمعتدة يباح لها الخروج الیٰ اقل من السفر للضرورة**''۔ حاشیہ شلبی میں اس کے تحت ہے: ''**يعنی عن طلاق أو وفاة**''۔

فتاویٰ رضویہ ج۵، ص۸۴۹ میں ہے:

''مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہوا جو ایک موضع میں رہتا تھا، وہاں کوئی طبیب نہیں ہے، پس اس کی زوجہ ایام عدت ہی میں بوجہ علالت اپنی دختر نیز اپنے بچوں خورد سال کے واسطے علاج کے لئے کسی دوسری جگہ جا سکتی ہے یا نہیں اور نبض کسی حکیم کو دکھا سکتی ہے یا نہیں؟ جواب: نبض بضرورت دکھا سکتی ہے اور دوسری جگہ اس طور پر جا سکتی ہے کہ رات کا اکثر حصہ شوہر کے ہی مکان میں گزارے اور اگر اسی مکان میں ممکن ہو تو یہ بھی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

تنویر الابصار ودرمختار میں ہے:

''**(وتعتدان) ای معتدة طلاق و موت (فی بيت وجبت فيه) ولا تخرجان منه (الا أن تخرج أو ينهدم المنزل أو تخاف) انهدامه أو (تلف ما لها أو لا تجد كراء البيت) ونحو ذلک من الضرورات فتخرج لأقرب موضع اليه**'' [ج۵، ص۲۲۵، باب العدۃ] واللہ تعالیٰ اعلم

سوال(۲) جو عورت حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر نکلی اور اپنے وطن ہی میں ساڑھے ستاون میل یعنی ساڑھے بانوے کیلو میٹر طے کرنے کے بعد بیوہ یا مطلقہ بائنہ ہو گئی تو اب کیا کرے گی؟

الجواب: جو عورت حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر نکلی اور اپنے ملک ہی میں کسی جگہ مسافت سفر طے کرنے کے بعد بیوہ یا مطلقہ بائنہ ہو گئی اور وہاں سے مکہ مکرمہ کی دوری مدت سفر ہے اور وہ جگہ صالح اقامت نہیں ہے تو وہ محصرہ نہیں ہے۔ بدائع الصنائع، ج۳، ص۳۲۷ میں ہے:

''**وان كان بينها وبين مصرها ثلثة ايام و بينها و بين مقصدها ثلثة ايام فصاعداً فان كان الطلاق فی المفازة او فی موضع لا يصلح للاقامة بان خافت علیٰ نفسها او متاعها فهی بالخيار ان شاء ت مضت وان شاء ت رجعت**''۔

بہار شریعت میں ہے:

''اگر دونوں طرف مسافت سفر ہے اور وہاں آبادی نہ ہو تو اختیار ہے، جائے یا واپس آئے، ساتھ میں محرم ہو یا نہ ہو اور بہتر گھر واپس آنا ہے۔'' [حصہ۸، ص۲۴۷]

بہار شریعت کی مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہے کہ اگر عورت ایسی جگہ مطلقہ بائنہ یا بیوہ ہوئی جو صالح اقامت نہیں تو اس کو مقصد یعنی مکہ مکرمہ جانے کی اجازت ہے لہٰذا اس صورت میں وہ محصرہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال(۳) جو عورت جدہ یا مکہ مکرمہ پہنچ گئی اور قبل حج بیوہ یا مطلقہ بائنہ ہوگئی وہ محصرہ ہے یا نہیں؟ مکہ جانے کی اجازت ہے یا نہیں؟ عدت کب، کہاں اور کیسے گزارے گی؟

الجواب: وہ محصرہ نہیں ہے، وہ مکہ مکرمہ جائے گی اور حج وعمرہ ادا کرے گی اور بعد حج وہاں عدت کے ایام گزارنے کی اجازت نہ ملنے کی صورت میں محرم ہو تو محرم کے ساتھ ورنہ متدین عورتوں کے ساتھ اپنے ملک آکر عدت پوری کرے گی اور اگر یہ ممکن ہو کہ واپسی میں جہاں پہلے پہنچی ہے، وہاں عدت گزار سکتی ہے یا اس سے قریب تر کسی جگہ پر رہ کر عدت گزار سکتی ہے تو وہیں عدت گزارے اور اگر اس میں بھی حرج و مشقت ہو تو بوجہ مجبوری شوہر کے گھر پہنچ کر عدت پوری کرے۔

فتح القدیر میں بدائع الصنائع سے ہے:

**''رجعت و بلغت ادنیٰ المواضع التی تصلح للاقامة اقامت فیه واعتدت ان لم تجد محرما بلا خلاف و کذا ان وجدت عند أبی حنیفة رحمه الله و مثله فی المحیط، وفیه: البدوی طلق امرأته فأراد نقلها الیٰ مکان آخر فی الکلاء والماء فان لم تتضرر بترکها فی ذلک الموضع فی نفسها ومالها لیس له ذلک وان تضررت فله ذلک اذ الضرورات تبیح المحظورات''** [ج۴،ص۳۱۳]

جوہرہ نیرہ میں ہے:

**''ولو خرج الرجل بامرأته فسافر للحج فطلقها فی بعض الطریق أو مات عنها.... واما اذا کان بینها وبین مصرها ثلاثة ایام فصاعدا و بینها و بین مقصدها اقل من ذلک فانها تمضی لمقصدها لانها تحتاج فی عودها الیٰ انشاء سفر وهی ممنوعة من السفر ولا تحتاج الیه فی المضی''** [جوہرہ، ج۳،ص۱۲۲]

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''اور اگر شوہر و محرم نہیں رکھتی تو اگر اتنی دور پہنچ گئی کہ مکہ معظمہ تک مدت سفر نہیں مثلاً جدہ پہنچ گئی تو اب چلی جائے اور واپس نہ ہو کہ واپسی میں سفر بلا محرم ہے اور وہ حرام ہے۔'' **وکانت کمن أبانها زوجها او مات عنها ولو فی مصر ولیس بینها و بین مصر هامدة سفر رجعت ولو بین مصرها مدته و بین مقصدها اقل مضت''**۔ پھر بعد حج مکہ مکرمہ میں اقامت کرے۔[فتاویٰ رضویہ، ج۴،ص۶۸۴]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے زمانے میں وہاں اقامت کرنے کی گنجائش تھی لیکن اس زمانے میں حکومت کی طرف سے وہاں رہ کر عدت گزارنے کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال(۴) جو عورت مدینہ منورہ پہنچ کر قبل حج بیوہ یا مطلقہ بائنہ ہوگئی وہ محصرہ ہے یا نہیں؟ جبکہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی دوری مدت سفر سے زائد ہے اور مدینہ منورہ میں قانوناً ایک ہفتہ سے زائد ٹھہرنے کی اجازت نہیں تو وہ مکہ معظمہ جا کر حج کرے گی یا نہیں؟ عدت کب، کہاں اور کیسے گزارے گی؟ کیا ایسی عورت کو دفع حرج یا اسقاط حج فرض کی ضرورت کی بنا پر بے محرم مکہ مکرمہ جانے کی اجازت ہوگی؟ جبکہ بقدر کفایت مال نہ ہونے کی صورت میں روزی کمانے کے لئے اور کھیت کھلیان دیکھنے والا کوئی دوسرا نہ ہو تو اس کی دیکھ بھال کے لئے معتدہ کو عدت وفات میں نکلنے کی اجازت دی گئی ہے۔ تو کیا صورت مذکورہ میں اسباب ستہ میں سے کسی سبب کا سہارا لیا جا سکتا ہے؟ اگر عورت کے ساتھ محرم ہو تو کیا مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک بحالت عدت سفر کرنے میں قول امام سے عدول کر کے قول صاحبین پر فتویٰ دیا جا سکتا ہے؟

الجواب: اگر عورت مدینہ منورہ پہنچ کر حالت احرام میں ہو چکی تھی پھر مطلقہ بائنہ یا بیوہ ہوگئی تو اگر مدینہ منورہ میں زمانۂ عدت تک

ٹھہرنے کی کسی طور پر کوئی صورت نہ ہو تو وہ محصرہ نہیں۔ اسے مکہ جانے اور حج کرنے کی اجازت ہے یونہی وہ عورت جس نے اب تک احرام نہ باندھا تھا کہ مطلقہ بائنہ یا بیوہ ہوگئی تو اسے بھی سعودیہ کے سخت قانون کے پیش نظر مدینہ منورہ میں زمانۂ عدت تک ٹھہرنے کی اجازت نہ ملنے کے سبب مکہ مکرمہ جانے اور حج کرنے کی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۵) سوال نمبر ۳ر اور ۴ر کے تحت ذکر کردہ صورت میں اگر شرعاً حج کرنے کی گنجائش نکل آئے تو کیا بعد حج وطن واپسی کے لئے محرم بلا ناضروری ہے یا اسباب ستہ میں سے کسی سبب کی بناء پر بے محرم ہی جانے کی اجازت ہے؟ اگر بدرجۂ مجبوری مذکورہ عورت ایسے قافلے کے ساتھ وطن واپس آئے جن میں ثقہ اور متدین مرد اور عورتیں شامل ہوں تو کیا عدم محرم کی کمی پوری ہو جائے گی اور عورت گناہ سے بچ جائے گی؟

الجواب: عورت اگر محرم بلا کر اس کے ساتھ سفر کرنے پر قادر ہو تو بلا محرم سفر کرنا حرام ہے مگر اس وقت سعودی گورمنٹ کے سخت قانون کی بنا پر وطن سے محرم بلا کر اس کے ساتھ لوٹنا نہایت دشوار ہے اس لئے دفع حرج کی بنا پر سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر عمل کرتے ہوئے ثقہ اور متدین عورتوں کے ساتھ بلا محرم وطن آنے کی اجازت ہے، اس صورت میں عورت گناہ گار نہیں ہوگی۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''اگر ثقہ معتمدہ عورتیں واپسی کے لئے ملیں تو مذہب امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عمل کر کے ان کے ساتھ واپس آئے اور جانے کے لئے ملیں تو ان کے ساتھ جائے، انہیں کے ساتھ واپس آئے کہ تقلید غیر عند الضرورۃ بلا شبہ جائز ہے''۔[ج ۴، ص ۶۸۴، ۶۸۵]

البتہ موجودہ نظام آمد و رفت کے مطابق ایئر پورٹ سے گھر تک اگر مسافت سفر شرعی کی ہو تو محرم کے ساتھ ہی جانا لازم ہے کہ ایئر پورٹ پر محرم بلا کر اس کے ساتھ واپس آنا دشوار نہیں ہے۔ فقہ کا اصول ہے: ''**ما أبیح للضرورۃ یتقدر بقدرھا**''۔[الاشباہ والنظائر، ج ۱، ص ۲۵۲] واللہ تعالیٰ اعلم

# فیصلہ

## بابت: اکسیڈنٹ پر معاوضہ، اس کی بیع و شراء اور ٹھیکے و کمیشن کا شرعی حکم

سوال (۱) اکسیڈنٹ سے ہونے والی موت کیا شرعاً قتل ہے؟ اگر وہ قتل ہے تو اُس کی کون سی قسم میں داخل ہے؟ اور اس کا حکم کیا ہے؟ اس میں کبھی غلطی ڈرائیور کی ہوتی ہے اور کبھی حادثہ کی زد میں آنے والے شخص کی۔ کیا دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہوگا؟

الجواب: اکسیڈنٹ سے ہونے والی موت شرعاً قتل ہے اور اکسیڈنٹ کی مختلف صورتیں ہیں:

[۱] ڈرائیور نے جان بوجھ کر اکسیڈنٹ کیا جس سے دوسرے شخص کی موت واقع ہوگئی، تو یہ شبہ عمد ہے، اس میں کفارہ و دیت، دونوں لازم ہیں۔ الجوہرۃ النیرۃ، ج ۳، ص ۱۷۸ر میں ہے: ''**وشبہ العمد عند ابی حنیفۃ ان یتعمد ضربہ بما لیس بسلاح ولا ماجری مجری السلاح بل یضرب بشئ الغالب منہ الھلاک کمدقۃ القصارین والحجر الکبیر والعصا عندہ ........ وفیہ الدیۃ المغلظۃ علیٰ العاقلۃ ویحرم المیراث ایضا ویجب الدیۃ فی ثلث سنین و یدخل القاتل معھم فی الدیۃ فیکون کأحدھم**''۔

[۲] چلتی ہوئی دو گاڑیاں ڈرائیوروں کی بے احتیاطی سے ٹکرا گئیں اور آدمیوں کی موت ہوگئی تو یہ قائم مقام خطا ہے، یہاں بھی کفارہ و دیت، دونوں لازم ہیں۔ فتاویٰ قاضیخاں بر ہامش ہندیہ، ج ۳، ص ۴۴۴ر میں ہے: ''**ولو ان دابتین استقبلتا واصطدمتا**

**فعطبت احداهما ولكل واحد منهما سائق فضمان اللتی عطبت علیٰ الآخر ولو اصطدم الفارسان وقتلا تجب الدية لكل واحد منهما علیٰ عاقله الآخر''۔**

[۳] کوئی شخص اچانک گاڑی کی زد میں آ گیا جبکہ ڈرائیور ضابطہ کے مطابق گاڑی چلا رہا تھا تو یہ قائم مقام خطا ہے، اس میں بھی کفارہ و دیت، دونوں لازم ہیں۔ بدائع الصنائع، ج۷، ص۱۰۴ر میں ہے:''**الراكب اذا كان يسير فی الطريق العامة فوطئت دابته رجلا بيديها او برجلها لوجود معنیٰ الخطا فی هٰذا القتل وحصوله علیٰ سبيل المباشرة لأن ثقل الراكب علیٰ الدابة والدابة آلة فكان القتل الحاصل بثقلها مضافا الیٰ الراكب فكان قتلا مباشرة''۔**

[۴] گاڑی پارکنگ یا سروس روڈ پر کھڑی تھی اور دوسری گاڑی اس سے ٹکرا گئی جس سے کھڑی گاڑی میں سوار شخص کی موت ہوگئی تو یہ قائم مقام خطا ہے، کفارہ اور دیت واجب ہے۔ بدائع الصنائع میں ہے:''**النائم ينقلب علیٰ انسان فيقتله فهٰذا القتل فی معنی القتل الخطاء من كل وجه لوجوده لا عن قصد لأنه مات بثقله فترتب عليه احكامه من وجوب الكفارة والدية وحرمان الميراث والوصية ........ وكذلك لو سقط انسان من سطح علیٰ قاعد فقتله. اما وجوب الدية: فلوجود معنی الخطأ وهو عدم القصد، وأما وجوب الكفارة وحرمان الميراث والوصية فلوجود القتل مباشرة لأنه مات بثقله سواء كان القاعد فی طرق العامة أو فی ملك نفسه، ولو مات الساقط دون القاعد ينظر اِن كان فی ملك نفسه أو فی موضع لا يكون قعوده فيه جناية لا شئ علیٰ القاعد لأنه ليس بمتعد فی القعود فما تولد منه لا يكون مضموناً عليه ويهدر دم الساقط، واِن كان فی موضع يكون قعوده فی جناية فدية الساقط علیٰ القاعد تتحملها العاقلة لأنه متعد فی القعود فالمتولد منه يكون مضموناً عليه كما فی حفر البئر، ولا كفارة عليه لحصول القتل بطريق التسبيب كما فی البئر. وكذلك اذا كان يمشی فی الطريق حاملاً سيفاً او حجراً أو لبنةً أو خشبةً فسقط من يده فقتله لوجود معنی الخطأ فيه وحصوله علیٰ سبيل المباشرة لوصول الآلة لبشرة المقتول''**

[۵] ایک گاڑی آگے جا رہی تھی، دوسری گاڑی اس کے پیچھے چل رہی تھی، پیچھے والے نے آگے والے کو مار دیا جس سے آگے والی گاڑی کے افراد کی موت ہوگئی تو یہ قائم مقام خطا ہے، ٹکر مارنے والے پر کفارہ و دیت لازم ہے۔

[۶] درج بالا دونوں صورتوں میں ٹکر مارنے والے کی موت ہوگئی تو ٹکر مارنے والا خود ذمہ دار ہے، آگے والے یا کھڑی گاڑی والے پر ضمان نہیں۔ فتاویٰ قاضیخان بر ہامش ہندیہ، ج۳، ص۴۴۴ر میں ہے:''**ولو جاء راكب خلف سائر فصدمه فعطب الجانی لا ضمان علیٰ السائر ولو عطب السائر فضمانه علیٰ من جاء خلفه''۔**

[۷] گاڑی ایسی جگہ کھڑی کہ جہاں کھڑی کرنا قانوناً منع ہے اور اس سے ٹکرا کر کسی کی موت ہوگئی تو یہ قتل بالسبب ہے، دیت لازم ہے، کفارہ نہیں اور میراث سے محروم نہ ہوگا۔ فتاویٰ ہندیہ، ج۳، ص۶۴ر میں ہے:''**واما القتل بسبب فمثل حفر البئر ووضع الحجر فی غير ملكه كذا فی الكافی ولو وطئت دابته انسانا فقتلته وهو سائقها او قائدها فهو قتل بسبب كذا فی المضمرات وموجبه اذا تلف به آدمی الدية علیٰ العاقلة ولا يتعلق به الكفارة ولا حرمان الميراث عندنا كذا فی الكافی''**۔واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۲) اس سے موت واقع ہونے یا کسی عضو کے معطل و مجروح ہونے کی صورت میں معاوضہ لینا اور اس کے حصول کے لئے مقدمہ لڑنا کیسا ہے؟ نیز یہ معاوضہ شرعا دیت وارش ہے؟

الجواب: اس سوال کے جواب میں باتفاق رائے طے پایا کہ موت واقع ہونے یا کسی عضو کے معطل ہونے کی صورت میں معاوضہ لینا اور اس کے حصول کے لئے مقدمہ لڑنا درست ہے۔ البتہ سوال نمبر ار کے جوابات کی تفصیل میں گزرا کہ ایکسیڈنٹ کے ذریعہ موت بعض صورتوں میں قتل شبہ عمد ہے اور بعض صورتوں میں قتل قائم مقام خطا اور بعض میں قتل بالسبب اور بعض میں مقتول ہی ذمہ دار ہوتا ہے، دوسرا نہ تو اس ہلاکت کا مباشر ہوتا ہے اور نہ سبب۔ ایسی صورت میں معاوضہ لینا شرعاً درست نہیں، اس کے علاوہ باقی تمام صورتوں میں یعنی قتل شبہ عمد، قتل قائم مقام خطا اور قتل بالسبب میں معاوضہ لینا درست ہے، اِن کے جزئیات سوال نمبر ار کے جواب میں مذکور ہوئے اور جب معاوضہ لینا جائز ہے تو اس کی تحصیل کے لئے مقدمہ لڑنا بھی جائز ہے۔ سوال کا ایک جزیہ ہے کہ شرعاً یہ معاوضہ دیت ہے یا ارش؟ نفس کے بدلے جو مال واجب ہو، وہ دیت ہے اور عضو کے بدلے جو مال واجب ہو وہ ارش ہے اور اُن کے عوض جو مال مقتول کے وارثین کو حاصل ہوتا ہے وہ معاوضہ وضمان ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۳) یہ معاوضہ حق ثابت ہے یا حق مجرد؟ جو بھی ہو، اس کی بیع وشراء کیا شرعاً جائز ہے؟

الجواب: باتفاق رائے طے ہوا کہ جن صورتوں میں معاوضہ لینا جائز ہے، ان میں وہ معاوضہ حق ثابت ہے اور چونکہ یہ بالذات مال نہیں ہے اس لئے اس کی بیع وشراء جائز نہیں کہ بیع مبادلۃ المال بالمال علیٰ سبیل التراضی کا نام ہے۔ البتہ حق دیت وارش کے عوض مال لے کر صلح جائز ودرست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۴) معاوضہ کی تحصیل کے لئے کسی کو کمیشن پر مقرر کرنا یا اس کا ٹھیکہ لینا دینا کیسا ہے؟

الجواب: جن صورتوں میں معاوضہ لینا جائز ہے، ان صورتوں میں معاوضہ کی تحصیل کے لئے کام کرنا قابل اجرت عمل ہے لیکن اس کے لئے کسی کو کمیشن پر اس طرح مقرر کرنا کہ جتنا معاوضہ حاصل ہوگا اس کا جز حصہ مثلاً پچیس فیصد تم کو دیا جائے گا تو یہ مثل قفیز طحان ناجائز ہے اور ٹھیکہ اس طور پر کرنا کہ اس پورے مقدمے میں مثلاً پانچ ہزار یا دس ہزار روپے اجرت دی جائے گی تو یہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۵) ٹرین، ہوائی جہاز، زلزلے، بم دھماکے یا کسی بھی حادثے میں مرنے والوں کے گھر والوں کو گورنمنٹ کی جانب سے جو رقم ملتی ہے اس کا مالک کون ہوگا؟ کیا اس میں وراثت کے احکام جاری ہوں گے؟ یا جس کو نامزد کر کے گورنمنٹ رقم ادا کرتی ہے، وہی اس رقم کا مالک ہوگا؟

الجواب: تمام مندوبین کرام کے اتفاق رائے سے یہ طے ہوا کہ ٹرین، ہوائی جہاز یا بم دھماکے کے حادثے میں مرنے کی صورت میں جو معاوضہ ملتا ہے اس کا حکم مثل دیت ہے یعنی مہلوک کے وارثین کے درمیان بطریق وراثت تقسیم ہوگا اور زمینی یا آسمانی آفت مثلاً زلزلہ، طوفان، سیلاب وغیرہ سے واقع ہونے والی موت کی صورت میں حکومت کی طرف سے جو رقم ملتی ہے تو چونکہ یہ رقم بطریق تعاون دی جاتی ہے اس لئے وہ حکم دیت میں نہیں ہے لہٰذا وہ بطریق وراثت تقسیم نہیں ہوگی بلکہ حکومت جن لوگوں کے تعاون کے لئے دیتی ہے، وہی افراد مالک ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

# فیصلہ

## بابت: فصل کاٹنے کی اُجرت کٹی ہوئی فصل سے دینے کی شرعی حیثیت

سوال(۱) اسی کھیت کی پیداوار کے عوض فصل کٹوانا کس عقد میں آتا ہے؟

الجواب: باتفاق رائے یہ طے پایا کہ یہ عقد اجارہ ہے کہ یہ عمل کے بالمقابل عوض کا مالک بنانا ہے۔ہدایہ،ج۴،ص۱۱۴۱رمیں ہے:''**ربما یقال الاجارة قد تکون عقداً علیٰ العمل کاستیجار القصار والخیاط**''۔عالمگیری،ج۴،ص۱۱۴۱رمیں ہے:''**انها (الاجارة) نوعان نوع یرد علیٰ منافع الاعیان کاستیجار الدور والاراضی والدواب والثیاب وما اشبه ذلک و نوع یرد علیٰ العمل کاستیجار المحترفین للاعمال کالقصارة والخیاطة والکتابة وما اشبه ذلک کذا فی المحیط**''۔واللہ تعالیٰ اعلم

سوال(۲) اگر اس میں قفیز طحان کی صورت پائی جاتی ہے تو کیا لوگوں کا عرف وتعامل اس کے لئے راہ جواز پیدا کر پائے گا یا نہیں؟؟

الجواب: مسئلہ دائرہ میں قفیز طحان کی صورت پائی جاتی ہے لیکن بلاد کثیرہ میں بکثرت رائج ہونے کی وجہ سے عرف عام ہے اس لیے یہ اجارہ جائز ودرست ہے۔

مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''علمائے کرام جس عرف عام کو فرماتے ہیں کہ قیاس پر قاضی ہے اور نص اس سے متروک نہ ہوگا، مخصوص ہوسکتا ہے، وہ یہی عرف حادث شائع ہے کہ بلاد کثیرہ میں بکثرت رائج ہو۔''[فتاویٰ رضویہ،ج۸،ص۲۱۴]

نیز امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''بٹائی پر زمین اُٹھانے سے احادیث صحیحہ معتبرہ میں منع وارد یہاں تک کہ حدیث جابر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:''**من لم یذر المخابرة فلیوذن بحرب من الله و رسوله** ''جو بٹائی نہ چھوڑے وہ اللہ و رسول سے لڑائی کا اعلان کرے۔رواہ ابوداؤد والطحاوی۔**وفی الباب عن رافع ابن خدیج و ثابت ابن الضحاک و زید ابن ثابت وانس ابن مالک و ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعین** ''اور قیاس بھی بوجوہ کثیرہ اسی کا مساعد ولہٰذا ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ باتباع جماعت صحابہ وتابعین محرمین مانعین حرام وفاسد جانتے ہیں بایں ہمہ صاحبین نے بوجہ تعامل اجازت دی اور اسی پر فتویٰ قرار پایا۔ہدایہ میں ہے:''**قال ابو حنیفة رحمة الله تعالیٰ علیه المزارعة بالثلث والربع باطلة وقالا جائزة له ما روی انه صلی الله علیه وسلم نهی عن المخابرة وهی المزارعة ولانه استیجار ببعض ما یخرج من عمله فیکون فی معنی قفیز الطحان ولان الاجر مجهول او معدوم وکل ذلک مفسد و معاملة النبی صلی الله علیه وسلم اهل خیبر کان خراج مقاسمة بطریق الامن والصلح وهو جائز الا ان الفتویٰ علیٰ قولهما لحاجة الناس الیها ولظهور تعامل الامة بها والقیاس یترک بالتعامل کما فی الاستصناع**''۔واللہ تعالیٰ اعلم[ج۸،ص۲۱۳]

سوال(۳) یہاں عرف عام ہے یا خاص؟اور بہر تقدیر مسئلہ دائرہ میں وہ مؤثر ہے یا نہیں؟اگر ہے تو کس حد تک؟

**الجواب:** یہاں عرف عام متحقق اور مسئلہ دائرہ میں مؤثر ہے جیسا کہ جواب نمبر ۲/ میں منقول فتاویٰ رضویہ کی عبارت سے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۴) اگر یہاں عرف مؤثر نہ ہو تو اس عقد اور معاملہ کے جواز کی صورت کیا کیا ہو سکتی ہے؟

**الجواب:** اولاً یہاں عرف عام مؤثر ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ البتہ جن بلاد میں عرف عام متحقق نہیں، ان بلاد میں جواز کی درج ذیل صورت ہے جس کو فقہائے کرام نے خود اپنی کتابوں میں درج فرمایا ہے:

اگر اسی کھیت کی پیداوار سے اجرت دینے کی شرط نہ لگائے مثلاً یہ کہے کہ اتنا گیہوں اس کام کے بدلے دیں گے تو یہ جائز و درست ہے اگر چہ کٹائی کے بعد اسی سے دیدے۔ درمختار میں ہے: "**الحیلة ان یسمی قفیزا بلا تعیین ثم یعطیه قفیزا منه یجوز**" [ج ۵، ص ۳۶]۔

عالمگیری، ج ۴، ص ۴۴۴/ میں ہے: "**الحیلة فی ذلک لمن اراد الجواز ان یشترط صاحب الحنطة قفیزا من الدقیق الجید ولم یقل من هٰذه الحنطة او یشترط ربع هٰذه الحنطة من الدقیق الجید لان الدقیق اذا لم یکن مضافا الیٰ حنطة بعینها یجب فی الذمه والاجر کما یجوز ان یکون مشارا الیه یجوز ان یکون دینا فی الذمة ثم اذا جاز یجوز ان یعطیه ربع دقیق هٰذه الحنطة ان شاء کما فی المحیط**"۔ واللہ تعالیٰ اعلم ☆☆☆

---

## صفحہ ۱۶ کا بقیہ:

اگر کوئی شخص روزہ رکھ کر کسی اور ملک کا سفر کرے اتفاق سے وہاں عید اس مسافر کے لحاظ سے ایک دن پہلے یعنی ۲۸ پر ہو گئی تو اس کا حکم یہ ہے کہ وہاں اسی روز عید کرے اور ایک روزے کی قضا کر لے۔

حدیث پاک میں ہے: **عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله عنه اَنَّ النَّبِیَّ صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قَالَ الصَّوْمُ یَوْمَ تَصُوْمُوْنَ وَالْفِطْرُ یَوْمَ تُفْطِرُوْنَ وَالْاَضْحٰی یَوْمَ تُضَحُّوْنَ۔** (جامع ترمذی: ص ۲۰۸ حدیث ۶۹۷۔ کتاب الصوم۔ داراحیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس دن لوگ روزہ رکھیں روزہ رکھو، افطار کریں تو افطار کرو اور عید الاضحیٰ منائیں تو عید الاضحیٰ کرو۔

یہ حدیث پاک اس بات پر دلیل ہے کہ یہ باہر سے جانے والا شخص جس کے ۲۸ روزے ہی ہوئے وہاں لوگوں کے ساتھ افطار کرے گا یعنی عید پڑھے گا اور ایک روزے کی قضا کرے گا۔ اس کے برعکس اگر کسی جگہ اور ابھی وہاں لوگ روزہ رکھ رہے ہیں ان کا تیسواں روزہ ہے، اور اس آنے والے کا اکتیسواں روزہ ہو رہا ہے تو اس کے لیے کیا حکم ہوگا؟ اس سلسلے میں سب سے پہلے قرآن مقدس کی نص قطعی ہے کہ:

**فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهرَ فَلْیَصُمْهُ۔** (البقرہ: ۱۸۵)

ترجمہ: تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ (رمضان) پالے ضرور اس کے روزے رکھے۔

مذکورہ حدیث پاک اور آیت کریمہ کا استشہاد اس بات کو قطعی بنا رہا ہے کہ اگر چہ اس کا مہینہ ختم ہو گیا اور یہ اس کا اکتیسواں دن ہے، جب کہ رمضان یا دوسرے مہینے ۲۹ یا ۳۰ کے ہی ہوتے ہیں مگر اختلاف مکانی کی بنیاد پر اس کو روزے کا حکم دیا جائے گا۔ مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے تفہیم المسائل ج ۲ میں ص ۱۹۷ پر اسی طرح کے ایک مسئلے کے جواب میں ایسا ہی فرمایا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ اختلاف مکانی وزمانی سے احکام میں تبدیلی ہوتی ہے، لہذا ایسے شخص کو وہیں کے اعتبار سے عمل کرنا ہوگا۔

**ضیاء قرآن**

# مریض اور مسافر کے روزوں کا حکم

## قرآن مجید کی روشنی میں

از: مفتی محمد قمر الحسن قمر بستوی امریکہ

اسلام میں توازن ہے، افراط وتفریط سے محفوظ اعتدال کا مذہب ہے۔ عبادات میں نہ تو جبر ہے اور نہ ہی اکراہ ہے بلکہ بندوں کے لیے مسلسل آسانیاں ہیں، البتہ ادائے گی فرائض پر تاکید ضرور ہے، کہ وہ بندوں کے لیے اظہار عبدیت کا ایک خاص عنصر ہے۔ ورنہ خالق کے حقوق کو بندہ نہیں جان سکتا۔ رمضان المبارک میں روزوں کی فرضیت کے بعد بندوں کی ایک معتاد زندگی میں انقلاب آیا اور ایک روش جو برسوں سے چلی آرہی تھی اس کو حکم الٰہی کا پابند کر دیا گیا کہ دن میں کھانے پینے اور جماع سے مومن بندگان خود کو محفوظ رکھیں۔ حکم کا عمومی پہلو سب کے لیے تھا، مگر یہ حکم بعض پر گراں ہوتا اور اس میں تکلیف مالا یطاق تھی لَايُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَهَا (اللہ تعالیٰ کسی بھی جان پر اس کی طاقت بھر ہی بوجھ ڈالتا ہے) مریض، مسافر، حاملہ، اور مرضعہ (دودھ پلانے والی) وغیرہ۔ تو حکم میں نرمی فرمادی گئی اور انہیں آسانیوں کا حکم دے دیا گیا۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضاً اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ (البقرۃ:۱۸۴)

ترجمہ: ''تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں'' (کنز الایمان)

حکم الٰہی کے مطابق مریض اور مسافر کے لیے صعوبتوں سے بچنے کے لیے رمضان کے روزے نہ رکھنے کی صورت میں اس کو بعد میں پورا کیا جائے۔ پھر اسی حکم کو دوبارہ نازل فرمایا گیا:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضاً اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ (البقرۃ:۱۸۵)

ترجمہ: اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں۔ اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ (کنز الایمان)

ایک ہی حکم کو دوبارہ نازل فرمانا جہاں روزہ کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے وہیں آسانی کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ کہ ماہ رمضان المبارک کے روزے حتمی ہیں ان کو کسی بھی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، مگر آسانیاں یہ ہیں کہ اگر تم رمضان کے مہینے میں بحالت مرض وسفر اس کے متحمل نہیں ہو تو ان کو دوسرے دنوں میں پورا کرو مگر معاف نہیں ہیں۔ ان صورتوں کو ملاحظہ فرمائیے:

(۱) روزہ رکھنا لازمی ہے۔

(۲) مریض یا مسافر ہو تو بعد میں پورا کرو۔

(۳) کمزوری کے باعث اگر روزہ رکھ ہی نہیں سکتے تو فدیہ دو۔

گویا روزے کو کسی بھی صورت میں پورا کرنا ہے۔ چاہے اصل کی حالت میں یا متبادل صورت میں۔

ہم ذیل میں مریض ومسافر کے تعلق سے احکام عرض کریں گے:

## مرض:

مرض کی حالت میں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے اور اس کو بعد میں جب مرض جاتا رہے تو پورا کرے یہاں مرض کی تحدید کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ اسلاف میں اس کی تحدید میں اختلاف ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو:

(۱) امام ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”انسان کو جب ایسی حالت لاحق ہو جس کو مرض کہا جاسکے تو اس کو افطار کرنا صحیح ہے۔ مسافر پر قیاس کرتے ہوئے کہ اس کو حالت سفر میں افطار کی اجازت ہے ۔ جب علت سفر کی بنیاد پر مسافر کو اجازت ہے تو علت مرض کی بنیاد پر مریض کو بھی۔ چنانچہ طریف بن تمام عطاردی نے بیان کیا کہ میں رمضان میں حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ فرمایا کہ میری انگلی میں درد ہے۔

(۲) امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک دو قول ہیں (۱) روزہ رکھنے سے جان جانے کا خطرہ ہو۔ (۲) یا پھر روزہ سے شدید مشقت ہو یا مرض میں شدت وزیادتی ہوسکتی ہو۔

(۳) امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب نماز کھڑے ہوکر پڑھنے پر قادر نہ ہو تو افطار کرے۔

(۴) امام شافعی رضی اللہ عنہ کا ایک قول نقل ہے کہ: مریض کو افطار کی اجازت اسی وقت ہے جب اس کی ضرورت ہو۔ اگر صرف احتمالی مرض ہو تو افطار کی اجازت نہیں ہوگی۔ (قرطبی)

(۵) رخصت اس مریض کے لیے ہے کہ اگر روزہ رکھے تو مشقت وتکلیف میں پڑ جائے گا۔ یہ شیخ اصم کا قول ہے۔ (کبیر)

(۶) اگر روزہ رکھنے میں مشقت ہو یا مرض بڑھ جانے کا خطرہ ہو تو اس کے لیے افطار مسنون ہے اور روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ یہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

(۷) مگر جمہور کا قول ہے: ایسا مرض جو اذیت اور تکلیف پہنچانے والا ہو یا یہ خدشہ ہو کہ شدت اختیار کر جائے گا یا بڑھ جائے گا تو افطار کرنا صحیح ہوگا۔ (قرطبی)

یہ ساری تفصیلات بالفعل مرض سے متعلق ہیں۔ مگر فقہا اسلام نے مظنون صورت حال میں بھی افطار کی اجازت دی ہے، ائمہ اربعہ کے احکام حسب ذیل ہیں۔

حنفیہ: مرض سے صحت یاب ہے اور گمان ہے کہ روزے سے مرض ہو جائے گا تو اس کے لیے افطار مباح ہے جیسے روزہ مباح ہے، اسی طرح کہ اگر وہ مریض بالفعل ہوتا۔

مالکیہ: صحت مند کو اگر ہلاکت یا شدید تکلیف کا گمان غالب ہو جائے تو مریض ہی کی طرح اس کو افطار واجب ہے۔

شافعیہ: صحت مند ہو اور روزہ رکھنے پر مرض کا گمان ہو تو اس وقت تک اس کو افطار جائز نہیں ہے جب تک روزہ رکھنا شروع نہ کرلے اور ضرر متحقق نہ ہو جائے۔

حنابلہ: جس کو مرض کا گمان ہو جائے اس کو افطار مسنون ہے، مریض بالفعل کی طرح اور روزہ رکھنا مکروہ۔ (الفقہ علی مذاہب الاربعہ: ج ۱۔ ص ۴۴۳۔ دارالحدیث قاہرہ)

وہ عوارض جن کی وجہ سے افطار کی اجازت ہے احناف کے نزدیک حسب ذیل ہیں۔ علامہ علاء الدین مصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان نے درمختار میں پانچ بتایا مگر علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ نے ردالمحتار میں نو شمار کرایا ہے:

(۱) حاملہ (۲) مرضعہ (۳) سفر (۴) مرض (۵) کبرسنی (۶) جہاد (۷) بھوک (۸) پیاس (۹) اکراہ۔

مرض کے تعلق سے ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

خَوْفُ الزِّيَادَةِ اَوْ اَبْطَأُ الْبُرْءِ اَوْ فَسَادِ عُضْوٍ بِحُرٍّ اَوْ وَجْعِ الْعَيْنِ اَوْ جَرَاحَةٍ اَوْ صُدَاعاً اَوْ غَيْرُهُ۔ (ردالمحتار: ج ۲: ص ۴۲۲: فصل فی العوارض۔ ایچ ایم سعید پی کراچی)

ترجمہ: مرض بڑھ جانے کا خوف یا دیر میں ٹھیک ہونے یا کسی عضو کے ناکارہ ہونے کے سبب گرمی سے آنکھ دکھنے یا زخم یا سر درد وغیرہ کے سبب۔

عالمگیری میں ہے: جب جان جانے یا کسی عضو کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو افطار کرے گا۔ جب کہ یہ تشخیص صرف گمان

سے نہ ہو بلکہ ظن غالب سے ہو یا کسی علامت کے ذریعہ یا تجربہ کی روشنی میں یا مسلمان ڈاکٹر کے کہنے پر۔ تو ایسی صورت میں بھی اس مریض کو اجازت ہوگی کہ وہ ان دنوں میں روزہ نہ رکھے۔ جب شفا یاب ہو جائے تو اس کی قضا کرے۔

امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں:

جو ایسا مریض ہے کہ روزہ نہیں رکھ سکتا، روزہ سے اسے ضرر ہوگا، مرض بڑھ جائے گا یا دن کھنچیں گے۔ اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہے، یا مسلم طبیب حاذق کے بیان سے جو فاسق نہ ہو۔ تو جتنے دنوں یہ حالت رہے اگر چہ پورا مہینہ کیوں نہ ہو وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے اور بعد صحت روزہ کی قضا کرے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج۱۰ ص: ۵۲۰۔ مسئلہ نمبر ۲۳۴۔ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

گمان غالب پر یا تجربہ کی روشنی میں یا ماہر حکیم رڈاکٹر کے حکم پر بحالت مرض رمضان میں افطار کی اجازت ہے۔ مگر یہ اس صورت میں جب مرض میں روزہ رکھنے سے ضرر کا اندیشہ ہو تو لیکن اگر ایسا مرض ہے جس سے ضرر کا اندیشہ نہ ہو تو اس کو روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ امام رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

كَيْفَ يُمْكِنُ اَنْ يُقَالَ كُلُّ مَرَضٍ مُرَخِصٌ مَعَ عَلِمْنَا اَنَّ فِيْ الْاَمْرَاضِ مَا يُنْقِصُهُ الصَّوْمُ۔ (تفسیر کبیر: ج۵: ص۱۸۴۔ داراحیاالتراث العربی بیروت)

ترجمہ: یہ کہا جانا کیسے ممکن ہے کہ ہر مرض میں رخصت ہے، باوجود اس کے کہ ہمارے علم میں ہے کہ بعض امراض میں روزہ رکھنے سے عافیت ملتی ہے اور روزہ نقصان نہیں دیتا۔

حاصل گفتگو یہ ہے کہ جب مرض شدید ہو یا شدید ہو جانے کا ڈر ہو جو کہ تجربہ کی روشنی میں حاصل ہوا ہو یا ماہر ڈاکٹر نے مشورہ دیا ہو تو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ لیکن اگر ایسا مرض ہے جس میں روزہ رکھنے سے صحت کی علامتیں ظاہر ہوتی ہوں تو اس کو روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ اس کی روشنی میں ذیابطیس (DIABETES) یعنی شوگر، یا سرطان (CANCER) وغیرہ کے مریضوں کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ مگر ایسا مریض جس کا مرض منزمن یعنی طویل عرصہ یا دائمی ہو تو اس کے لیے فدیہ کا حکم ہے۔ اور اگر ایسی صورت نہیں بلکہ وقتی اور عارضی ہو تو اس کے لیے قضا کا حکم ہے۔

سفر:

فرمان الٰہی کے مطابق مسافر اپنی حالت سفر میں افطار کا مجاز ہے جس کی قضا بعد میں کرے۔ مگر مسافت سفر کے تعین میں علما کا اختلاف ہے کہ کتنے سفر پر افطار کی اجازت ہوگی۔ ذیل کے اقوال کو ملاحظہ فرمائیں۔

امام مالک: کے اس بارے میں کئی قول نقل ہیں: (۱) ایک دن رات کی مقدار (۲) اڑتالیس میل کی مقدار (۳) بیالیس میل کی مقدار (۴) چھتیس میل کی مقدار (۵) دو دن کی مقدار۔ (قرطبی)

امام شافعی: کم از کم سولہ (۱۶) فرسخ کی مقدار ہونا چاہیے۔

امام اوزاعی: ایک دن کے سفر کی مقدار۔

امام اعظم و امام ثوری: رخصت کے لیے سفر کا تین مراحل یعنی چوبیس فرسخ ہونا چاہیے۔

ایک اور قول: سفر چاہے ایک فرسخ کا ہو رخصت ہے۔ (تفسیر کبیر)

مگر حق بات یہ ہے کہ:

يُبَاحُ الْفِطْرُ لِلْمُسَافِرِ بِشَرْطٍ اَنْ يَكُوْنَ السَّفَرُ مَسَافَةً تُبِيْحُ قَصْرَ الصَّلَاةِ۔ (الفقہ علی مذاہب الاربعہ: ج۱۔ ص۴۴۴۔ دارالحدیث قاہرہ)

ترجمہ: مسافر کے لیے افطار اس شرط پر مباح ہے کہ اس کا سفر اتنی مسافت کا ہو جس پر نماز قصر جائز ہوتی ہے۔ جس کے تعلق سے حضرت صدر الشریعہ نے تقریبا ساڑھے ستاون ۵۷ء۵۰ میل، مفتی منیب الرحمٰن نے ۹۸ء۳۴۷ کلومیٹر جب کہ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی شافعی فقیہہ نے ۸۹ کلومیٹر بیان کیا ہے۔

پھر علمائے اسلام نے مزید احکام بیان فرمائے، ابن کثیر نے ذیل کے اقوال بیان کیے:

(۱) اسلاف کی ایک جماعت کا خیال ہے جو رمضان کا مہینہ شروع ہونے پر مقیم ہو پھر درمیان میں سفر کرے، تو اس کو سفر کے عذر کے سبب افطار جائز نہیں۔

(۲) ایک دوسرا گروہ کہتا ہے کہ سفر میں افطار واجب

ہے۔ یہ بعض صحابہ وتابعین کا خیال ہے۔

(۳) ایک اور گروہ جس میں امام شافعی بھی ہیں، کا کہنا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے۔ (تفسیر کبیر)

(۴) ایک قول یہ بھی ہے جس کو بعض اہل علم نے بیان کیا کہ ''جب کسی نے سفر میں روزہ رکھا تو اقامت کی حالت میں اس کی قضا نہیں۔ (تفسیر طبری)

یہاں چند احادیث ذکر کر کے ہم نفس مسئلہ کی طرف آئیں گے۔

احادیث مبارکہ:

(۱) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا کوئی بھلائی نہیں ہے۔ (ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۷۲۷۔ ابواب ماجاء فی الصیام)

(۲) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سفر میں روزہ رکھنے والا ایسا ہی جیسے حضر (قیام) میں افطار کرنے والا۔ (ایضا ص ۴۷۲ ح ۱۷۲۹)

(۳) حضرت عوام بن حوشب نے حضرت مجاہد سے پوچھا: سفر میں روزہ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ بھی رکھتے اور افطار بھی کرتے۔ میں نے پوچھا آپ کو کیا پسند ہے؟ تو فرمایا کہ رخصت ہے مگر رمضان کا روزہ رکھنا مجھے پسند ہے۔ (تفسیر طبری، ج ۲، ص ۱۶۸، حدیث ۲۷۳۸۔ مصر)

(۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تو ہم میں سے کچھ لوگ روزہ رکھتے کچھ نہیں رکھتے، تو نہ رکھنے والا روزہ دار پر کوئی عیب نہیں لگاتا، اور نہ ہی روزہ دار نہ رکھنے والے پر۔ جس کو رکھنے کی طاقت ہوتی وہ رکھتا یہی اچھا تھا، اور جو کمزور ہوتا افطار کرتا یہی اچھا تھا۔ (جامع ترمذی ص ۲۱۲۔ ح ۷۱۳۔ کتاب الصوم۔ داراحیاء التراث العربی بیروت)

(۵) حضرت سعید بن عمرو بنی تمیم کے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں، وہ اپنے والد سے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو جس نے سفر میں روزہ رکھا، اس کو لوٹنے کا حکم دیا۔ (تفسیر طبری ج ۲ ص ۱۶۵ حدیث ۲۷۱۷۔ مطبوعہ مصر)

ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ واضح ہو گیا کہ حالت سفر میں افطار کی اجازت ہے، مگر روزہ رکھنے پر قدرت ہو تو روزہ رکھنا بہتر ہے: فقہ حنفی کی معتمد ومشہور کتاب ہدایہ میں ہے:

وَاِنْ کَانَ مُسَافِراً لاَیَسْتَضِرُّ بِالصَّوْمِ فَصَوْمُہٗ اَفْضَلُ وَاِنْ اَفْطَرَ جَازَ۔ (ہدایہ اولین ج ۱ ص ۲۲۱۔ اشرفی بکڈپو دیوبند)

اگر مسافر ہے، روزے سے اس کو نقصان نہیں تو روزہ رکھنا افضل ہے، اور اگر افطار کرے جائز ہے۔

ضروری اور اہم مسائل:

مسافر کو سفر میں کب افطار کی اجازت دی جائے گی فقہائے اسلام نے اس کو واضح فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے سفر شروع کر دے تو اس کو افطار کی اجازت ہوگی لیکن اگر صبح صادق کے بعد اس کا سفر شروع ہوا تو اس کو روزہ رکھنا ہوگا۔ امام اہل سنت سید اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

جو اپنے گھر سے تین منزل کامل یا زیادہ کی راہ کا ارادہ کر کے چلے خواہ کسی اچھی نیت سے جانا ہو یا بری نیت سے، وہ جب تک مکان پلٹ کر نہ آجائے، یا بیچ میں کہیں ٹھہرنے کی جگہ پندرہ دن قیام کی نیت نہ کرلے مسافر ہے۔ ایسے شخص کو جس دن کی صبح صادق مسافرت کے حال میں آئے اس دن کا روزہ ناغہ کرنا اور پھر کبھی اس کی قضا رکھ لینا جائز ہے۔ (فتاوی رضویہ جدید: ج ۱۰ ص: ۳۴۷۔ مسئلہ نمبر ۱۶۴۔ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

دور جدید میں سفری سہولتوں کی وجہ سے دوریاں سمٹ گیے ہیں لہذا صوم وافطار میں خاص کر توجہ کی ضرورت ہے۔

اگر کوئی شخص روزہ رکھ کر ہوائی جہاز سے سفر کر رہا ہو تو اس کے لیے افطار کا وقت وہی ہوگا جہاں سورج ڈوبنے کا ظن غالب ہو جائے گا۔ مثلا کوئی ہیوسٹن سے مشرق کی جانب سفر کر رہا ہے، تو ایک تو یہ کہ اس کے سفر کا دورانیہ (DURATION) کم ہو جائے گا۔ کیوں کہ پرواز سورج کے سمت مخالف میں جارہی ہے۔ اب فرض کیجئے اس کو سورج ڈوبنے کا ظن غالب چار گھنٹے کے بعد ہو گیا تو وہیں روزہ افطار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ثُمَّ اَتِمُّو الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ ۔ (البقرۃ: ۱۸۷) پھر روزے کو رات تک مکمل کرو۔ بقیہ ص: ۱۲ پر

شرعی مسائل

# روزہ اور زکاۃ کے مسائل

از: مفتی فضل احمد مصباحی بنارس

## افطار کی دعا کب پڑھے؟

**سوال (۱)** : دعائے افطار، افطار کے بعد پڑھی جائے یا پہلے واضح کریں؟

جواب: دعائے افطار فی الواقع افطار کے بعد ہے، پہلے نہیں۔لہٰذا یہ دعا افطار کے بعد پڑھی جائے۔ابوداؤد شریف میں ہے:

"عَنْ مَعَاذِبْنِ زُهْرَ ةَ النَّابِغَةِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَفْطَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ"(ابوداؤد باب القول عندالافطار ص۴۷۹)

ترجمہ: حضرت معاذ بن زہرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے اے اللہ میں نے تیری رضا کی خاطر روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا۔

اس حدیث میں " اَفْطَرَ" اپنے حقیقی معنی میں ہے۔لہٰذا " اَفْطَرَ" سے ارادۂ افطار مراد لینا معنی حقیقی سے بے ضرورت اعراض کرنا ہے اور یہ جائز نہیں۔

مرقاۃ المفاتیح میں ہے:" (کَانَ اِذَا اَفْطَرَ قَالَ)اَیْ دَعَا وَقَالَ اِبْنُ الْمَلِکِ اَیْ قَرَأَ بَعْدَ الْاِفْطَارِ"

ترجمہ:(جب افطار کرتے تو کہتے) یعنی دعا کرتے،ابن الملک نے کہا کہ افطار کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔واللہ تعالی اعلم

## حالت روزہ میں گل اور منجن لگانا

**سوال (۲)** : روزہ کی حالت میں منجن اور گل کرنا کیسا ہے؟

جواب: روزہ کی حالت میں منجن اور گل کرنا ناجائز وحرام نہیں،جب کہ اطمینان کافی ہو کہ اس کا کوئی جز حلق میں نہ جائے گا،مگر بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

درمختار میں ہے:"کُرِهَ لَهٗ ذَوْقُ شَیْءٍ" (درمختار ج۳ص ۴۵۳)روزے دار کو کسی چیز کا چکھنا مکروہ ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

## کیا انجکشن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

**سوال (۳)** : انجکشن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ یا مکروہ ہو جاتا ہے یا کوئی کراہت نہیں؟

جواب: انجکشن خواہ رگوں میں لگایا جائے یا گوشت میں،اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا۔اس لیے کہ مفسد صوم وہ دوا یا غذا ہے جو منافذ اصلیہ یا غیر اصلیہ کے ذریعہ دماغ یا معدہ تک پہنچے اور اگر مسامات کے ذریعہ کوئی چیز دماغ یا معدہ تک پہنچے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ انجکشن کے ذریعہ جسم میں جو سوراخ ہوتا ہے،وہ منفذ نہیں،مصنوعی مسام (سوراخ) ہے۔لہٰذا انجکشن سے روزہ فاسد نہ ہوگا اور روزہ کی حالت میں انجکشن لگانا طبی نقطہ نظر سے ضروری ہو تو کراہت بھی نہیں۔

بدائع میں ہے:"وَمَا وَصَلَ اِلَی الْجَوْفِ اَوْاِلَی الدِّمَاغِ مِنَ الْمَخَارِقِ الْاَصْلِیَّةِ کَالْاَنْفِ وَالْاُذُنِ وَالدُّبُرِ بِاَنْ اِسْتَعَطَ اَوْاِحْتَقَنَ اَوْ اَقْطَرَ فِیْ اُذُنِهٖ فَوَصَلَ اِلَی الْجَوْفِ اَوْاِلَی الدِّمَاغِ اَمَّا اِذَا وَصَلَ اِلَی الْجَوْفِ فَلَا شَکَّ فِیْهِ لِوُجُوْدِ الْاَکْلِ مِنْ حَیْثِ الصُّوْرَةِ وَکَذَا اِذَا وَصَلَ اِلَی الدِّمَاغِ

لِاَنَّ لَهُ مَنْفَذًا اِلَى الْجَوْفِ فَكَانَ مَنْزِلَةَ زَاوِيَةٍ مِنْ زَوَايَا الْجَوْفِ وَاَمَّا مَاوَصَلَ اِلَى الْجَوْفِ اَوْاِلَى الدِّمَاغِ مِنْ غَيْرِ الْمَخَارِقِ الْاَصْلِيَّةِ بِاَنْ دَاوَى الْجَائِفَةَ وَالآمَّةَ فَاِنْ دَاوَاهَا بِدَوَاءٍ يَابِسٍ لَايُفْسِدُ لِاَنَّهُ لَمْ يَصِلْ اِلَى الْجَوْفِ وَلَا اِلَى الدِّمَاغِ وَلَوْ عُلِمَ اَنَّهُ وَصَلَ يَفْسُدُ فِيْ قَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاِنَّ دَاوَاهَا بِدَوَاءٍ رَطْبٍ يَفْسُدُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَعِنْدَهُمَا لَايَفْسُدُ اِعْتِبَارًا الْمَخَارِقِ الْاَصْلِيَّةِ لِاَنَّ الْوُصُوْلَ اِلَى الْجَوْفِ مِنَ الْمَخَارِقِ الْاَصْلِيَّةِ مُتَيَقَّنٌ بِهٖ وَمِنْ غَيْرِ هَا مَشْكُوْكٌ فِيْهِ فَلَا نَحْكُمُ بِالْفَسَادِ مَعَ الشَّكِّ وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ اِنَّ الدَّوَاءَ اِذَاكَانَ رَطْبًا فَالظَّاهِرُ هُوَ الْوُصُوْلُ لِوُجُوْدِ الْمَنْفَذِ اِلَى الْجَوْفِ فَيُبْنَى الْحُكْمُ عَلَى الظَّاهِرِ"(بدائع الصنائع ج۲ص۱۴۰)

ترجمہ: جو کچھ جوف یا دماغ تک منافذ اصلیہ مثلا کان، ناک یا شرمگاہ کے ذریعہ پہنچے بایں معنی کہ اس نے ناک میں دوا چڑھائی یا پچھنہ لگوایا یا کان میں دوا ڈالی اور دوا معدہ یا دماغ تک پہنچ گئی تو جو معدہ تک پہنچ گئی اس کے مفسد صوم ہونے میں کوئی شک نہیں کہ صورت اکل پائی گئی۔ یوں ہی اگر دماغ تک پہنچ گئی تو بھی روزہ فاسد ہوجائے گا کہ دماغ کا معدہ سے گہرا تعلق ہے تو وہ معدہ ہی کا ایک حصہ ہے۔ اور جوشئی معدہ یا دماغ تک غیر منافذ اصلیہ کے ذریعہ پہنچی مثلا سر یا شکم کے گہرے زخم میں خشک دوا ڈالی تو فساد صوم کا حکم نہ ہوگا کہ وہ دوا دماغ یا معدہ تک نہ پہنچی اور اگر یہ یقین ہو جائے کہ دوا دماغ یا معدہ تک پہنچ گئی تو قول امام پر روزہ فاسد ہوگا اور اگران زخموں میں تر دوا ڈالی تو مذہب امام اعظم پر روزہ فاسد ہوگا جب کہ صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں روزہ فاسد نہ ہوگا۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ معدہ یا دماغ تک منافذ اصلیہ کے ذریعہ کسی چیز کا پہنچنا چونکہ متیقن ہے اس لیے فساد صوم کا حکم ہوگا اور غیر منافذ اصلیہ کے ذریعہ پہنچنا مشکوک ہے لہذا شک کی وجہ سے فساد صوم کا حکم نہ ہوگا۔ اور امام اعظم کے نزدیک تر دواء کا معدہ یا دماغ تک پہنچنا غیر منافذ اصلیہ کے ذریعہ بھی ظاہر وواضح ہے، اس لیے ظاہر پر حکم کی بنا کرتے ہوئے فساد صوم کا حکم دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## روزہ اور ناپاکی

**سوال** (٤) : کیا ناپاک رہنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

**جــــواب:** ناپاک رہنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اگر چہ شام تک نہ نہائے۔ البتہ ترک نماز کی وجہ سے سخت گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔

مراقی الفلاح میں ہے: اَوْاَصْبَحَ جُنُبًا وَلَوْ اِسْتَمَرَّ عَلٰى حَالَتِهٖ يَوْمًا اَوْ اَيَّامًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى "فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ" لِاِسْتِلْزَامِ جَوَازِ الْمُبَاشَرَةِ اِلٰى قُبَيْلِ الْفَجْرِ وُقُوْعُ الْفِعْلِ بَعْدَ ضَرُوْرَةٍ وَقَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " وَاَنَا اَصْبَحُ جُنُبًا وَاَنَا اُرِيْدُ الصِّيَامَ وَاَغْتَسِلُ وَاَصُوْمَ"(مراقی الفلاح ص ۳۶۲)

ترجمہ: یا کسی نے حالت جنب میں صبح کی، اگر چہ وہ اسی حالت میں ایک دن یا کئی دن رہا ہو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد' اب تم مباشرت کر سکتے ہو' اس بات کا مقتضی ہے کہ فجر سے تھوڑا سا پہلے تک مباشرت جائز ہو، اور اس کے بعد غسل لازم ہو، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد "میں نے حالت جنابت میں صبح کی ہے اور میں روزے کا ارادہ رکھتا ہوں، میں غسل کروں گا اور روزہ رکھوں گا"۔

بحر الرائق میں ہے:" اَصْبَحَ جُنُبًا لَايَضُرُّهٗ كَذَا فِى الْمُحِيْطِ"(البحر الرائق ج۲ص۲۷۳)

اگر کسی نے حالت جنب میں صبح کی تو نقصان دہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## روزے کا کفارہ

**سوال** (٥) : روزے کا کفارہ کیا ہے؟

**جواب:** روزے کا کفارہ اولاً غلام آزاد کرنا ہے، اس کی استطاعت نہ ہو تو دو مہینے مسلسل روزہ رکھنا ہے۔ اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ روزہ کے کفارے کا حکم حدیث مشہور سے ثابت ہے۔

رد المحتار میں ہے: "(قَوْلُهٗ كَكَفَّارَةِ الْمُظَاهِرِ)اَىْ مِثْلُهَا فِىْ

**التَّرْتِيْبِ فَيَعْتِقُ اَوَّلًا فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ صَامَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ اَطْعَمَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا لِحَدِيْثِ الْاِعْرَابِيْ الْمَعْرُوْفِ فِيْ الْكُتُبِ السِّتَّةِ** "(ردالمحتار ج۳ص۴۴۷)

ترجمہ: (مصنف کا قول کہ رمضان میں روزہ قصداً توڑ دینے کا کفارہ مظاہر کے کفارہ کی طرح ہے) یعنی جو ترتیب کفارۂ ظہار میں ہے، وہی ترتیب یہاں بھی ہے کہ اولاً غلام آزاد کرے گا، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو دو مہینے مسلسل روزے رکھے گا، اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلائے گا۔ اعرابی کی اس حدیث کی وجہ سے جو صحاح ستہ کی کتابوں میں معروف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## کفارہ کی قدرت نہ ہو تو کیا کرے؟

**سوال (٦)**: کفارہ کی صورتوں میں سے کسی صورت کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو کیا حکم ہے؟ کیا معاف ہے؟

**جواب**: اگر کسی طرح بھی کفارہ ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو، نہ ہی وہ غلام آزاد کرسکتا ہو، نہ ہی مسلسل ساٹھ روزے رکھ سکتا ہو، اور نہ ہی ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانے کی استطاعت ہے تو کفارہ اس کے ذمے سے ساقط نہ ہوگا۔ جب بھی استطاعت ہوگی، کفارہ ادا کرنا لازم ہوگا۔

امام بدرالدین عینی فرماتے ہیں: "**هٰذَا بَابٌ يُذْكَرُ فِيْهِ اِذَا جَامَعَ الصَّائِمُ فِيْ نَهَارِ رَمَضَانَ عَامِدًا وَالْحَالُ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَيْئٌ يَعْتِقُ بِهٖ وَلَا شَيْئٌ يُطْعِمُ بِهٖ وَلَا لَهٗ قُدْرَةٌ يَسْتَطِيْعُ الصِّيَامَ بِهَا ثُمَّ تَصَدَّقَ عَلَيْهِ بِقَدْرِ مَا يُجْزِيْهِ فَلْيُكَفِّرْ بِهٖ لِاَنَّهٗ صَارَ وَاجِدًا بِهٖ وَفِيْهِ اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّ الْاَعْسَارَ لَا يُسْقِطُ الْكَفَّارَةَ عَنْ ذِمَّتِهٖ**"(عمدة القاری ج٦ ١ ص٧ ٤١)

ترجمہ: یہ ایک ایسا باب ہے، جس میں مذکور ہے کہ روزہ دار رمضان کے دن میں قصداً جماع کرلے اور اس کے پاس نہ غلام آزاد کرنے کی استطاعت ہو، اور نہ کھانا کھلانے کی اور نہ ہی اتنی قدرت ہو کہ وہ ساٹھ روزہ رکھ سکے، پھر اسے کفارہ کی ادائیگی کی مقدار صدقہ کا مال ملا تو وہ اسی مال سے کفارہ ادا کرے گا۔ اس لیے کہ وہ مال پر قدرت والا ہو گیا اور اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اعسار (تنگ دستی) کفارہ کو ذمہ سے ساقط نہ کرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

# زکوٰۃ کے مسائل

## زکاۃ کب واجب ہوتی ہے؟

**سوال (۱)**: زکوٰۃ کب واجب ہوتی ہے؟ اور کب واجب الادا ہوتی ہے؟

**جواب**: جب کوئی شخص کامل نصاب کا مالک ہو تو زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے یعنی نفس وجوب ذمہ سے متعلق ہو جاتا ہے، مگر واجب الادا اس وقت ہوتی ہے جب حولان حول ہو جائے۔

درمختار میں ہے: "**وَسَبَبُهٗ اَیْ سَبَبُ اِفْتِرَاضِهَا مِلْكُ نِصَابِ حَوْلِیٍّ تَامٍّ**" (درمختار علیٰ حاشیۃ ردالمحتار ج۳ ص۲۰۸،۲۰۹)

ترجمہ: (اور اس کا سبب) یعنی زکوٰۃ کی فرضیت کا سبب ایسے کامل نصاب کا مالک ہونا ہے، جس پر سال گذر جائے۔

محیط برھانی میں ہے: "**قَالَ الْمُحَقِّقُوْنَ مِنْ مَشَائِخِنَا سَبَبُ وُجُوْبِ اَصْلِهَا فِیْ الذِّمَّةِ اَلْمَالُ غَيْرَ اَنَّ مُطْلَقَ الْمَالِ لَيْسَ بِسَبَبٍ اِنَّمَا السَّبَبُ اَلْمَالُ النَّامِیْ**".

ترجمہ: ہمارے محققین مشائخ نے فرمایا کہ زکوٰۃ کے وجوب فی الذمہ کا اصل سبب مال ہے، مگر مطلق مال سبب نہیں، بلکہ سبب مال نامی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## زکوٰۃ واجب ہونے کی شرط

**سوال (۲)**: زکوٰۃ کس پر واجب ہوتی ہے؟

**جواب**: زکوٰۃ آزاد عاقل بالغ مسلمان پر واجب ہوتی ہے۔

درمختار میں ہے: "**وَشَرْطُ اِفْتِرَاضِهَا عَقْلٌ وَبُلُوْغٌ وَاِسْلَامٌ وَحُرِّيَّةٌ**" (درمختار علیٰ حاشیۃ ردالمحتار ج۳ص۲۰۷)

ترجمہ: زکوٰۃ کے فرض ہونے کی شرط عقل، بلوغ، اسلام اور حریت (آزادی) ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## راہ خدا میں خرچ کرنا زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

**سوال (۳)** : بعض لوگ فقیروں، مسکینوں، مسجدوں اور مدرسوں میں یوں ہی خرچ کر دیتے ہیں اور باقاعدہ زکوٰۃ نہیں نکالتے تو کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: جولوگ فقیروں کو مال دیتے رہتے ہیں اور دیتے وقت ادائیگی زکوٰۃ کی نیت کر لیتے ہیں تو ان کی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ جتنی زکوٰۃ واجب ہو، حساب کر کے اتنے کی زکوٰۃ نکال دے۔ اگر یوں ہی زکوٰۃ دیتے رہے اور مقدار زکوٰۃ پوری ہوگئی تو بری الذمہ ہو جائے گا، تاہم مساجد اور مدارس میں براہ راست مال زکوٰۃ صرف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے تملیک فقیر (حاجت مند کو مالک بنانا) شرط ہے یا تو خود حیلۂ شرعی کرالے یا ذمہ داران مساجد و مدارس اس بات کا اہتمام کریں کہ حیلۂ شرعی کے بعد رقم ان میں صرف کریں تو زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، ورنہ نہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔ ''زکوٰۃ دہندہ نے اگر زر زکوٰۃ مستحق زکوٰۃ کو دے کر اس کی تملیک کر دی تو اب اسے اختیار ہے جہاں چاہے صرف کرے کہ زکوٰۃ اس کی تملیک سے ادا ہوگئی''۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۲۶۷)

ہندیہ میں ہے: 'وَكَذٰلِكَ فِيْ جَمِيْعِ اَبْوَابِ الْبِرِّ الَّتِيْ لَايَقَعُ بِهَا التَّمْلِيْكُ كَعِمَارَةِ الْمَسَاجِدِ وَبِنَاءِ الْقَنَاطِرِ وَالرِّبَاطَاتِ لَايَجُوْزُ صَرْفُ الزَّكٰوةِ اِلٰى هٰذِهِ الْوُجُوْهِ وَالْحِيْلَةُ اَنْ يَتَصَدَّقَ بِمِقْدَارِ زَكٰوتِهٖ عَلٰى فَقِيْرٍ ثُمَّ يَاْمُرُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ بِالصَّرْفِ اِلٰى هٰذِهِ الْوُجُوْهِ فَيَكُوْنُ لِلْمُتَصَدِّقِ ثَوَابُ الصَّدَقَةِ وَلِذٰلِكَ الْفَقِيْرِ ثَوَابُ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ وَالْقَنْطَرَةِ'' (ھندیہ ج ۶ ص ۳۹۵)

ترجمہ: اسی طرح ان تمام نیک کاموں میں زر زکوٰۃ صرف کرنا جن میں تملیک فقیر نہیں ہوتی، جیسے مسجدوں کی تعمیر، پلوں اور مسافر خانہ کی بنا، ان نیک کاموں میں براہ راست زکوٰۃ کا مال صرف کرنا جائز نہیں اور حیلہ یہ ہے کہ مقدار زکوٰۃ کا مال فقیر کو صدقہ کر دے، پھر فقیر کو حکم دے کہ وہ ان نیک کاموں میں اس رقم کو صرف کر دے تو زکوٰۃ دہندہ کو زکوٰۃ کی ادائیگی کا ثواب مل جائے گا اور فقیر کو مسجد اور پل بنانے کا ثواب مل جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## مسجد میں مال زکوٰۃ خرچ کرنے کا حکم

**سوال (٤)** : زکوٰۃ کا پیسہ مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: زکوٰۃ کا پیسہ براہ راست مسجد میں نہیں لگا سکتے اور بعد حیلۂ شرعی جائز ہے۔ حیلہ کی تفصیل سوال نمبر۳ کے جواب کے تحت مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## والدین یا اولاد پر اپنی زکوٰۃ خرچ کرنا

**سوال (۵)** : زکوٰۃ کا پیسہ اپنی اولاد یا ماں باپ پر خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: زکوٰۃ کی رقم اپنی اولاد اور ماں باپ پر خرچ نہیں کر سکتے، ان کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

درمختار میں ہے: "وَلَا اِلٰى مَنْ بَيْنَهُمَا وِلَادٌ" اور نہ انہیں زکوٰۃ کا مال دیا جائے گا، جن دونوں کے درمیان رشتۂ ولادت ہے۔

ردالمحتار میں ہے: "اَیْ اَصْلُهٗ وَاِنْ عَلَا كَاَبَوَيْهِ وَاَجْدَادِهٖ وَجَدَّاتِهٖ مِنْ قِبَلِهِمَا وَفَرْعِهٖ وَاِنْ سَفَلَ۔" (ردالمحتار ج ۳ ص ۳۴۴)

ترجمہ: یعنی مال زکوٰۃ اصول کو نہیں دے سکتے اگر چہ اوپر کے درجے کے ہوں مثلاً ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، اور فروع کو بھی نہیں دے سکتے، اگر چہ نیچے کے درجے کے ہوں مثلاً بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فضل احمد مصباحی مدرسہ ضیاء العلوم بنارس
موبائل: 07905722017

بحث و تحقیق

# رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ

## اسباب و علل

### معتبر تفاسیر اور مستند احادیث کی روشنی میں

محمد مبشر رضا ازہر مصباحی، نوری

**آج کل** وہاٹس ایپ WhatsApp اور فیس بک Facebook پر ایک سوال گردش کرتا ہے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کا نفاق بہت مشہور تھا اس کے باوجود حضورﷺ نے اس کی عیادت کی، کفن کے لیے اس کو اپنی قمیص مبارک عطا کیا اور مرا تو اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ یہ سوال کسی بد مذہب نے اپنے مرنے پر سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں سے اپنی نماز جنازہ پڑھوانے کا جواز تلاش کروانے کے لیے ڈالا ہے یا کسی ناواقف شخص نے حقیقت معاملہ سے آگاہی کے لیے پیش کیا ہے، بہرحال آیئے منافق کی نماز جنازہ اور مذکورہ واقعہ کے اسباب و علل تفاسیر و احادیث کے تناظر میں ملاحظہ فرمائیں!

دیدہ ودانستہ کسی بد مذہب کی بدعقیدگی پر مطلع ہوکر ایصال ثواب کرنا حرام ہے، بلکہ اگر بد مذہب کی بد مذہبی حد کفر تک پہونچ چکی ہے اور اس کے کفر پر مطلع ہے تو اسے مسلمان جان کر ایصال ثواب یا دعاے مغفرت کرنا صرف حرام ہی نہیں بلکہ کفر بھی ہے کہ نصوص قطعیہ کو باطل ٹھہرانا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے" **لاخلاق لهم في الآخرة**"(آل عمران ۷۷) یعنی آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں (کنزالایمان،)

قرآن کریم نے واضح طور پر بیان فرمادیا کہ کفار کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کی نماز جنازہ کیسے پڑھائی اور کفن کے لیے اپنی قمیص مبارکہ عطا فرمائی اور یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کون تھا؟ یہ بنو حبلیٰ کا سردار اور یثرب کا بااثر آدمی تھا، حضورﷺ ہجرت کر کے اگر مدینہ تشریف نہ لاتے تو عبداللہ بن ابی سلول بادشاہ بن جاتا، حضورﷺ کی آمد اس کے لیے ایک ایسا لمحہ فکر یہ تھا کہ اس کے حق میں نفاق کا مرض بن گیا، بظاہر وہ مسلمان ہوگیا تھا لیکن در پردہ حضورﷺ اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں رچتا تھا، اسی لیے اسے رئیس المنافقین کہا جاتا تھا۔ لیکن جب یہ مرا تو حضورﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ عبداللہ بن ابی سلول کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ تھا جو جاں نثار صحابی تھے اور حضورﷺ سے بے پناہ محبت و عقیدت رکھتے تھے تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

صحیحین میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول مرگیا تو اس کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے سوال کیا کہ آپ اپنی قمیص اس کو عطا فرمائیں، جس میں وہ اپنے باپ کو کفن دیں، آپ نے ان کو وہ قمیص عطا کی، پھر یہ سوال کیا کہ آپ اس پر نماز جنازہ پڑھیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نماز جنازہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے، حضرت عمر نے کھڑے ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن

پکڑا اور کہا: یارسول اللہ! کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم ان کے لیے استغفار کرو یا استغفار نہ کرو، اگرچہ تم نے ان کے لیے ستر مرتبہ استغفار کرو، اور میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا، حضرت عمر نے کہا: وہ منافق ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:۔ان (منافقین) میں سے جو شخص بھی مرجائے آپ اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھائیں، اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں،

(بخاری شریف رقم ۴۶۷۰/مسلم شریف رقم ۲۴۰۰/۲۷۷۴)

تفسیر قرطبی اور تفسیر المنار میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی سلول جب فوت ہوا تو اس کے فرزند حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے تاکہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں، آپ نے انھیں اپنی قمیص دے کر یہ فرمایا کہ اس میں اس کو کفن دیا جائے، پھر آپ اس کی نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے حضرت عمر بن خطاب نے آپ کا دامن پکڑ کر کہا: آپ کس کی نماز پڑھا رہے ہیں۔حالانکہ وہ منافق تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے لیے استغفار کرنے سے منع فرمایا۔آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے۔اور فرمایا **استغفر لهم او لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم (سورہ توبہ آیت/۸۰)** آپ ان کے لیے استغفار کریں یا ان کے لیے استغفار نہ کریں، اگر آپ ان کے لیے ستر بار استغفار کریں تب بھی اللہ ان کو نہیں بخشے گا، آپ نے فرمایا: میں ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور ہم نے آپ کے ساتھ اس کی نماز جنازہ پڑھی، پھر آپ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی" **ولا تصل على احد منهم مات ابدا ولا تقم على قبره انهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فاسقون" (سورہ توبہ ۸۴)** اور آپ ان میں سے کسی کے میت پر کبھی نماز نہ پڑھیں اور نہ کبھی ان میں سے کسی کی قبر پر کھڑے ہوں بے شک انھوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نافرمان ہونے کی حالت میں مر گئے۔

(تفسیر قرطبی ج۸ص۱۳۹/تفسیر المنار ج۱۰/۵۰۳)

معالم التنزیل فی التفسیر والتاویل میں ہے

**قال عمر سمعت جابر بن عبد الله قال أتى رسول الله ﷺ عبد الله بن أبى بن سلول بعد ما أدخل فى حفرته ،فامر به فأخرج فوضعه على ركبتيه ونفث فيه من ريقه والبسه قميصه(معالم التنزيل فى التفسير والتاويل ج۳/ص۵۵)**

ترجمہ: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تشریف لائے جب عبداللہ بن ابی کو دفن کیا جا چکا تھا آپ ﷺ نے اسے نکالنے کا حکم دیا تو وہ باہر نکالا گیا آپ ﷺ نے اس کا سر اپنے گھٹنے پر رکھا اور اپنا لعاب اس کے منہ میں ڈالا اور اپنی قمیص اسے پہنائی۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کی نماز جنازہ حضور ﷺ نے کیوں پڑھائی؟

سید العرب والعجم امام المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، عبداللہ بن ابی سلول کے احوال وکوائف سے بالیقین آگاہ تھے اور یہ جانتے تھے کہ یہ ہمارا دشمن ہے، لیکن اس کے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنی مقدس قمیص عطا کیا، کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ بھی معلوم تھا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے اسے کچھ فائدہ تو نہیں ہوگا، لیکن اسلام کا بہت بڑا فائدہ ہوگا اور وہ یہ کہ اس عمل سے ہزاروں ہزار افراد مشرف بہ اسلام ہوں گے؛ نیز، عبداللہ بن ابی سلول کے بیٹے حضرت عبداللہ جو مخلص صحابی تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کافی محبت رکھتے تھے ان کی دل جوئی بھی ہوجائے گی۔اور دنیا نے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس عمل سے ہزاروں افراد دامن اسلام سے وابستہ ہوگئے۔

اور دوسری وجہ یہ تھی اس وقت تک منافق کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت نازل نہیں ہوئی تھی جب آیت کریمہ ولا تصل الخ نازل ہوئی تو اس کے بعد پھر حضور ﷺ نے کبھی کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

امام بغوی تفسیر بغوی میں نقل فرماتے ہیں :

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بدر کے دن قیدیوں اور عباس کو لایا گیا، عباس کے اوپر کوئی کپڑا نہیں تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے قمیص کو دیکھا تو صرف عبداللہ بن ابی کی قمیص ان کے ناپ کی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ قمیص ان کو پہنا دی، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اتار کر عبداللہ بن ابی کو پہنائی تھی۔ ابن عیینہ نے کہا: عبداللہ بن ابی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان تھا، آپ نے اس کے احسان کا بدلہ اتارنا پسند کیا۔ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دریافت کیا گیا کہ عبداللہ بن ابی نے کیا کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص اور میری نماز اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی، بخدا میں یہ امید کرتا ہوں کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ مروی ہے کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو گئے جب انھوں نے دیکھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص سے تبرک حاصل کر رہا ہے۔ (تفسیر بغوی ج۲ ص۳۱۷)

حدیث شریف میں مذکور ہے کہ ”وہ (عبداللہ بن ابی) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص سے تبرک حاصل کر رہا ہے،،۔ یعنی حضور ﷺ کی قمیص کی برکت سے اس کے عذاب میں تخفیف ہو رہی ہے حالانکہ منافق کے لیے جب آخرت میں نفع ہی نہیں ہے تو وہ کیسے تبرک حاصل کریگا اور اس کے عذاب میں تخفیف کیسے ہوگی؟

اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ حدیث پاک میں تبرک سے تعبیر منافقین کے زعم کے اعتبار سے ہے کیوں کہ ان کے زعم میں یہ تھا کہ جس طرح اہل ایمان کو ملبوسات نبی ﷺ سے نفع حاصل ہوگا اسی طرح انہیں بھی حاصل ہوگا۔ حالانکہ حضور ﷺ نے پہلے ہی یہ فرما دیا تھا کہ ”میری قمیص اور میری نماز اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی،،۔ اسی زعم کی وجہ سے عبداللہ بن ابی نے مرنے سے پہلے وصیت کی تھی کہ مجھے حضور ﷺ کی قمیص میں کفن دیا جائے جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ:

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ اس منافق نے یہ بھی وصیت کی تھی کہ مجھے حضور ﷺ کی قمیص میں کفن دیا جائے۔ چناں چہ حضور ﷺ نے اس کی جنازہ پڑھائی اور اپنی قمیص اتار کر اسے پہنا دی (ج ۲، ص ۶۴۶ زیر آیت سورہ توبہ آیت ۸۴)

شارح بخاری علامہ شہاب الدین قسطلانی ارشاد الساری میں فرماتے ہیں:

**قال :وما يغنى عنه قميصى من الله وانى لارجو أن يسلم بذلك الف من قومه ، وقد روى ان الفا من الخزرج اسلموا لما رأوه يستشفى بثوبه ويتوقع اندفاع العذاب عنه به .(ارشادالسارى ج۱۰ /ص۲۶۷ )**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی، لیکن یہ امید کرتا ہوں کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ مروی ہے کہ خزرج کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو گئے جب انہوں نے دیکھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص سے شفاء حاصل کر رہا ہے اور اس سے عذاب الٰہی سے بچنے کی امید کرتا ہے۔

امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی بھی یہی فرماتے ہیں:

**وروى فى بعض الاخبار انه صلى عليه،والبسه قميصه،فقيل له:تلبس عدوالله قميصك فقال:انى لارجوان يسلم بقميصى من بنى الخزرج الف،فذكر انه لما فعل ذلك اسلم الف رجل من المنافقين.(تأويلات اهل السنة تفسير الماتريدى۵ / ۴۴۰)**

ترجمہ: حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ، نے عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنی قمیص مبارک کفن کے لیے عطا فرمایا تو صحابی رسول ﷺ نے عرض کیا کہ آپ اللہ کے دشمن کو اپنی

قمیص پہنا رہے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بخدا میں یہ امید کرتا ہوں کہ اسے میری قمیص دینے کی وجہ سے بنی خزرج کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ مروی ہے کہ اس عمل کی وجہ سے ایک ہزار منافقین اسلام میں داخل ہو گئے۔

صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی فرماتے ہیں:

عبداللہ بن ابی سلول منافقوں کا سردار تھا جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹے جو مسلمان صالح مخلص صحابی اور کثیر العبادت تھے انھوں نے یہ خواہش کی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے باپ عبداللہ بن ابی سلول کو کفن کے لیے اپنی قمیص مبارکہ عنایت فرمادیں اور اس کی نماز جنازہ پڑھادیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے اس کے خلاف تھی، لیکن چونکہ اس وقت تک اس کی ممانعت نہیں ہوئی تھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ آپ کا یہ عمل ایک ہزار آدمیوں کے ایمان لانے کا باعث ہوگا، اس لیے حضور نے اپنی قمیص بھی عنایت فرمائی اور جنازہ میں شرکت بھی کی قمیص دینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بدر میں اسیر ہو کر آئے تھے تو عبداللہ بن ابی سلول نے اپنا کرتا انھیں پہنایا تھا، حضور کو اس کا بدلہ کر دینا بھی منظور تھا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس کے بعد پھر کبھی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی منافق کے جنازہ کی شرکت نہ فرمائی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ مصلحت بھی پوری ہوئی، چنانچہ جب کفار نے دیکھا کہ ایسا شدید العداوت شخص جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرتے سے برکت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے عقیدے میں بھی آپ اللہ تعالیٰ کے حبیب اور اس کے سچے رسول ہیں یہ سوچ کر ہزار کافر مسلمان ہو گئے۔ (خزائن العرفان، سورہ توبہ، ۸۴)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی اپنی کتاب فتاویٰ رضویہ میں رقم طراز ہیں:

"بلکہ صحاح ستہ سے ثابت کہ جب عبداللہ بن ابی منافق کہ سخت دشمن حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا۔ جس نے وہ کلمۂ ملعونہ "لئن رجعنا الی المدینۃ،، کہا: جہنم واصل ہوا، حضور پر نور حلیم غیور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عبداللہ بن ابی کی درخواست سے کہ صحابی جلیل ومومن کامل تھے۔ اس کے کفن کے واسطے اپنا قمیص مقدس عطا فرمایا، پھر اس کی قبر پر تشریف فرما ہوئے۔ لوگ اسے رکھ چکے تھے حضور طیب وطاہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس خبیث کو نکلوا کر لعاب دہن اقدس اس کے بدن پر ڈالا اور قمیص مبارک میں کفن دیا اور یہ بدلہ اسکا تھا کہ روز بدر جب سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما گرفتار آئے برہنہ تھے بوجہ طول قامت کسی کا کرتہ ٹھیک نہ آتا اس مروک نے انہیں اپنا قمیص دیا تھا حضور عزیز غیور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ چاہا کہ منافق کا کوئی احسان حضور کے اہل بیت کرام پر بے معاوضہ رہ جائے۔ لہٰذا اپنے دو قمیص مبارک اسکے کفن میں عطا فرمائے۔ ونیز مرتے (وقت) وہ ریا کار نفاق شعار خودعرض کر گیا تھا کہ حضور مجھے اپنے قمیص مبارک میں کفن دیں پھر اسکے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست کی اور ہمارے کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کا داب قدیم ہے کہ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے

"**یا رسول اللہ، یا کریم، یا رءوف، یارحیم اسئالک الشفاعۃ عند المولی العظیم والوقایۃ من نار الجحیم والامان من کل بلاء الیم لی ولکل من اٰمن بک وبکتا بک الحکیم علیک من ولاک افضل الصلاۃ واکمل التسلیم**،، پھر حکمت الٰہی اس عطائے بے مثال میں یہ ہوئی کہ حضور رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ شان رحمت دیکھ کر کہ اپنے کتنے بڑے دشمن کو کیسا نوازا ہے ہزار آدمی قوم ابن ابی سے مشرف بہ اسلام ہوئے کہ واقعی یہ حلیم ورحمت وعفو ومغفرت نبی برحق کے سوا دوسرے سے متصور نہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۴، ص۱۳۰)

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں تفصیل جواب رقم فرماتے ہیں:

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یقین سے کہا کہ ابن ابی سلول منافق ہے ان کا یہ یقین، چونکہ ابن ابی سلول کے ظاہر حال کی

بنیاد پر تھا جس کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل نہیں کیا اور استصحاب حال اور اسلام کے ظاہری حکم پر عمل کرتے ہوئے آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی' نیز آپ کو اس کے بیٹے کی عزت افزائی مقصود تھی'' جو نہایت مخلص اور دیندار تھے اور اسکی قوم کے دلوں کو نرم کرنا اور ایک فتنہ کو دور کرنا مقصود تھا اور ابتداے اسلام میں نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کی دی ہوئی اذیتوں پر صبر کرتے تھے اور ان کو معاف اور درگز رکرتے تھے' پھر آپ کو مشرکین سے قتال کا حکم دیا گیا اور جو لوگ اسلام کو ظاہر کرتے تھے' خواہ باطن میں اسلام کے مخالف ہی کیوں نہ ہوں' ان کے ساتھ آپ درگز رکرنے کا معاملہ رکھتے تا کہ وہ متنفر نہ ہوں اور ان کے دلوں میں اسلام کی محبت ہو، اس لیے آپ نے فرمایا تھا: لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں، اور جب مکہ فتح ہو گیا اور مشرکین اسلام میں داخل ہو گئے اور کفار تعداد میں بہت کم ہو گئے تو آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ منافقین کو ظاہر کر دیں اور یہ واضح کر دیں کہ وہ لوگ حق کے خلاف ہیں۔ اور خاص طور پر ابن ابی سلول کی نماز جنازہ پڑھانے کا واقعہ اس وقت پیش آیا تھا' جب منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے کی صراحتا ً ممانعت نہیں کی گئی تھی، ابن ابی سلول کی نماز جنازہ پڑھانے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو اشکال پیدا ہوتا ہے اس تحریر سے وہ دور ہو جاتا ہے۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی سلول کے ساتھ جو حسن سلوک کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ اس شخص کے ساتھ شفقت فرماتے جس کا تعلق دین سے معمولی بھی ہوتا، نیز آپ اس کے بیٹے کی دل جوئی بھی کرنا چاہتے تھے جو نیک صحابی تھے اور اس کی قوم خزرج کی تالیف قلوب کرنا چاہتے تھے جن کا وہ سردار تھا، اگر آپ اس کے بیٹے کی درخواست قبول نہ فرماتے اور اللہ تعالیٰ کے صراحتاً منع فرمانے سے پہلے ہی اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار فرما دیتے تو اس کے بیٹے کو تکلیف ہوتی اور وہ اپنی قوم میں عار محسوس کرتا، اس لیے آپ نے صراحتاً ممانعت کے وارد ہونے سے پہلے بہتر امر کو اختیار فرمایا پھر۔

(جنازہ پڑھانے سے عبداللہ بن ابی سلول کو کچھ فائدہ تو نہ ہوا، لیکن جنازہ پڑھانے کی وجہ سے بے شمار افراد دامن اسلام مین سمٹ آئے۔ جیسا کہ آگے فرماتے ہیں) امام ابن جریر طبری نے اس قصہ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی، لیکن مجھے امید ہے کہ اس کی وجہ سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہو جائیں گے (اور لوگوں نے دیکھا کہ ہزاروں ہزار افراد مشرف بہ اسلام ہوئے)۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ۴۲۸/۸، ۴۲۹)

امام محمد بن عبدالرحمن شیرازی شافعی جامع البیان میں فرماتے ہیں:

لما رأوا انه تبرک بقميصه أسلم من المنافقين يومئذ ألف ،و قال بعضهم:انما ألبسه مكافأة، لأن ابن سلول ألبسه ثوبه يوم بدر العباس فانه بين الأسارى ليس له ثوب(جامع البيان فى تفسير القرآن ۹۰/۲)

ترجمہ: چنانچہ جب کفار نے دیکھا کہ ایسا شدید العداوت شخص نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرتے سے برکت حاصل کی تو اس کی وجہ سے ایک ہزار منافق مسلمان ہو گئے۔ اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بدر میں اسیر ہو کر آئے تھے تو عبداللہ بن ابی سلول نے اپنا کرتا انہیں پہنایا تھا حضور کو اسکا بدلہ کر دینا بھی منظور تھا۔

اسی بات کو امام حافظ ابو سلیمان خطابی اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

و كان ابو سعيد بن الأعرابى يتأول ماكان من الباس النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اياه قميصه على معنى المجازاة له على قميص كان عبد الله بن ابى كساه العباس بن عبدالمطلب ، فاراد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ان يكافئه على ذالک لئلا يكون لمنافق عنده يد (اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ۳۵۲/۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی : **ولا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره انهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فٰسقون. (التوبة، ۸۴)**

ترجمہ: اوران میں سے کبھی کسی کی میت پر نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بے شک اللہ اور رسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے ۔ ( کنز الایمان ) کے تحت امام شیخ محمد بن طاہر التحریر والتنویر میں فرماتے ہیں:

آیت کریمہ ﴿ **ولا تصل علی أحد منهم مات أبدا** ﴾ **الی قوله** ﴿ **وهم فاسقون** ﴾ کے نزول کا سبب حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ بیان فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی بن سلول جب مرا تو اس کی نماز جنازہ پڑھانے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تشریف لائے تھے۔ جب حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اس کی نماز کے لیے کھڑے ہوگئے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم! آپ عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائیں گے۔ حالانکہ فلاں دن اس نے ایسا ایسا کہا ہے؛ اس کی وہ تمام باتیں دہرائیں جو اس نے کہا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا: عمر! مجھے چھوڑ دے جب عمر نے نہ پڑھانے پر اصرار کی تو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے استغفار کا مجھے اختیار دیا ہے اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار ان کے گناہ معاف کراسکتا ہے تو میں یقیناً ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا، چنانچہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی، پھر تھوڑی ہی دیر بعد دونوں آیتیں نازل ہوئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں مجھے اپنی اس جرأت پر بعد میں بہت افسوس ہوا کہ خدا اور رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں، میں نے ایسی اور اس طرح کی جرأت کیوں کی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کے بعد تاحیات حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ عبداللہ بن ابی سلول کو اپنی قمیص میں کفن دینے کی وجہ اس کے فرزند عبداللہ کی دلجوئی اور بنی خزرج کے دلوں میں اسلام کی محبت ڈالنا تھا۔ (التحریر والتنویر ج ۵/ص ۲۸۴)

اب کسی بھی سنی صحیح العقیدہ مسلمان کے لیے ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے کہ کسی بدمذہب، بے دین کافر و مرتد کی نماز جنازہ پڑھے، اگر جان بوجھ کر صاحب ایمان سمجھ کر پڑھے گا تو ان کا بھی ایمان خطرہ میں ہوگا۔

سورۂ توبہ میں ارشاد فرماتا ہے: **ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ من بعد ما تبین لهم انهم اصحٰب الجحیم**). (سورۂ توبہ ۱۱۳)

ترجمہ: نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں، خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں ، جب کہ ان پر یہ ظاہر ہوچکا ہے کہ وہ خود دوزخی ہے۔

کفار کے لیے دعاء مغفرت کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں:

”کافر خواہ مشرک ہو یا غیر مشرک جیسے آج کل کے عام رافضی کہ منکرات ضروریات دین ہیں۔ اسے ہرگز کسی طرح کسی فعل خیر کا ثواب کہ نہیں پہنچ سکتا۔ قال الله تعالیٰ ومالهم فی الاٰخرة من خلاق، انھیں ایصال ثواب کرنا، معاذ اللہ خود راہ کفر کی طرف جانا ہے کہ نصوص قطعیہ کو باطل ٹھہرانا ہے، رافضی تبرائی کا فقہائے کرام کے نزدیک یہی حکم ہے، ہاں! جو تبرائی نہیں۔ جیسے تفضیلی انھیں ثواب پہنچ سکتا ہے اور پہنچانا بھی حرام نہیں، جبکہ ان سے دینی محبت یا ان کی بدعت کو سہل و آسان سمجھنے کی بنا پر نہ ہو، ورنہ (انکم اذامثلهم) یہ بھی انہی میں شمار ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۱۹۶)

آیت کریمہ **ولا تصل علیهم الخ** کے تحت صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اس آیت میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منافقین کے جنازے کی نماز اور ان کے دفن میں شرکت کرنے سے منع فرمایا گیا۔ مسئلہ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ کافر کے جنازے کی نماز کسی حال میں جائز نہیں ہے (خزائن العرفان)۔

نوری دار الافتاء سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ ٹرسٹ امام احمد رضا روڈ بھیونڈی
Mobile: 09510177400

قسط دوم

# غیر منقسم ہندوستان میں فقہ حنفی کی اشاعت

مولانا سید شہباز اصدق

## (۴) فوائد فیروز شاہی

آٹھویں صدی ہجری کی مایہ ناز تصنیف اور فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف ہے۔ اس کتاب کو علامہ شرف محمد عطائی الحنفی نے فارسی میں مرتب کر کے بادشاہ وقت سلطان فیروز شاہ کے نام منسوب کیا تھا۔ حاجی خلیفہ نے اس کتاب کے تذکرہ میں بس اس قدر تحریر کیا ہے۔" فوائد الفیروز شاهیه فی فروع الحنفیه"[کشف الظنون جلد۲ کالم ۱۳۰۰]

خدا بخش لائبریری بانکی پور پٹنہ میں موجود "فوائد فیروز شاہی" کے نسخہ کا تعارف ان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے۔ فوائد فیروز شاہی فرقہ اہل سنت و جماعت کی فقہی معلومات کا جامع قاموس اور دائرۃ المعارف ہے۔ اس میں دینی، اخلاقی اور لسانی مسائل سے بحث کی گئی ہے، اور کثیر التعداد معتبر اور مستند کتابوں کے اقتباسات ہیں۔ شرف محمد العطائی کی تالیف ہے۔ کتاب کے آخر میں مؤلف لکھتے ہیں کہ اس نے یہ کتاب ابوالمظفر فیروز شاہ تغلق کے نام منتسب کی ہے، جس نے ۷۵۲ھ سے ۷۹۰ھ تک حکومت کی۔[برصغیر میں علم فقہ ص ۱۲۴]

آٹھویں صدی ہجری کا یہ حنفی دیوان اس لیے بھی قابل اعتنا اور مختلف فقہی شہ پاروں میں ممتاز ہے کہ محترم المقام مصنف نے اس کتاب میں مسائل شرعیہ فقہیہ کے علاوہ مستقل علیحدہ باب قائم کر کے تعارف علوم وفنون اور مسائل طریقت وطبابت کا بیان بھی معتبر و مستند کتابوں کی روشنی میں تحریر کیا ہے۔ گویا یہ فقہی گلدستہ علوم شریعت وطریقت کا جامع اور اسلام واحسان کا حسین سنگم ہے اور کسی مفید معاشرہ کی تشکیل کے لیے مفید، کارآمد اور جامع دستور حیات ہے۔

اسحاق بھٹی نے فوائد فیروز شاہی کے مضامین پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا۔ مضامین کے اعتبار سے فوائد فیروز شاہی کے مخطوطے کو چند حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، ایک حصہ مختلف علوم وفنون اور ان کی تعریف ووضاحت سے متعلق ہے، ایک حصے میں عام فقہی مسائل بیان کئے گئے ہیں، ایک حصے میں کچھ طبی نوعیت کی معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں اور ایک حصہ کچھ اخلاقیات اور نیکی واحسان اور اس کے مختلف گوشوں پر مشتمل ہے۔[برصغیر میں علم فقہ ص ۱۳۰]

## (۵) فتاوئ تاتارخانیہ

ہندوستان کی فقہی تاریخ کا وہ انمول سرمایہ ہے جو آٹھویں صدی ہجری کے اواخر میں بزبان فارسی ۳۰/ضخیم جلدوں پر مشتمل فقیہ اعظم حضرت علامہ عالم بن علاء الحنفی کے زرنگار قلم سے منظر عام پر آیا۔ یہ فقہی مجموعہ یقیناً تمام ممکنہ مسائل شرعیہ کا جامع اور ضخامت وکثرت مسائل کے لحاظ سے اپنے پیش رو تمام کتب فقہ حنفی سے ممتاز ہے۔ بلا مبالغہ یہ فقہی تصنیف فارسی میں فقہ حنفی کا انسائکلو پیڈیا ہے۔ حضرت علامہ امام ابراہیم بن محمد حنفی (م ۹۵۶ھ) نے عوام الناس کے استفادہ کے لیے مذکورہ ۳۰/ضخیم جلدوں کی تلخیص ایک جلد میں کی تھی۔ کشف الظنون میں مذکورہ کتاب کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

**"تاتار خانیة فی الفتاوی...للامام الفقیه عالم بن علاء الحنفی و هو کتاب عظیم فی مجلدات جمع فیه مسائل المحیط البرهانی و الذخیره والخانیة والظهیریة وجعل المیم علامة للمحیط و ذکر اسم الباقی وقدم بابا فی ذکر العلم ثم رتب علی ابواب الهدایة و ذکر**

**انہ اشار الی جمعہ الخان الاعظم تاتارخان ولم یسم ولذلک اشہر بہ و قیل انہ سماہ زاد المسافر ثم ان الامام ابراھیم ابن محمد الحلبی المتوفی سنۃ ست وخمسین و تسعمائۃ لخصہ فی مجلد**" [کشف الظنون، المجلد الاول، کالم ۲۶۸]

**ترجمہ:** فتاوی تاتارخانیہ امام، فقیہ عالم بن علاء حنفی کی تصنیف ہے۔ یہ عظیم تصنیف کئی ضخیم جلدوں میں ہے، اس کتاب میں المحیط للبرھانی، ذخیرہ، خانیہ اور ظہریہ کے مسائل جمع کیے ہیں، مصنف نے "المحیط" کے لیے میم کی علامت مقرر کی ہے اور باقی کتابوں کے نام لکھے ہیں۔ شروع میں ایک باب علم کے بیان میں تحریر کیا ہے اور کتاب ابوب الھدایہ کی ترتیب کے مطابق مرتب کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب خان اعظم تاتارخان کے ایما و اشارہ سے معرض تحریر میں لائی گئی ہے۔ چونکہ مصنف نے کسی نام سے موسوم نہیں کیا، لہٰذا یہ کتاب "تاتارخانیہ" کے نام سے موسوم و معروف ہوگئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مصنف نے اس کو "زادالسفر" کے نام سے موسوم کیا تھا۔ امام ابراہیم بن محمد حلبی (م ۹۵۶ھ) نے ایک جلد میں اس کی تلخیص بھی فرمائی۔

## (۶) فتاویٰ امینیہ

ہندوستان میں دسویں صدی ہجری کی علمی، ادبی اور فقہی تاریخ میں نادر و نایاب تصنیف ہے۔ اسحاق بھٹی مذکورہ معتبر، مستند، قدیم، تاریخی حنفی مجموعہ کا تعارف کراتے ہوئے تحریر کیا ہے۔ فتاویٰ امینیہ کا یہ مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے مجموعہ شیرانی میں ہے اور اس کا نمبر ۴۹۶۸ ہے۔ نام مصنف محمد امین بن عبد اللہ، نام کاتب حمید عرف ابراہیم، سطور فی صفحہ ۱۹، کل اوراق مع فہرست مضامین ۲۰۵۔ سائز: ۱۰+۶.۵-۳۰، ۲۸+۱۶ سم۔ خط نستعلیق شکستہ آمیز۔ عنوانات و مباحث سرخ روشنائی سے لکھے گئے، ورق ۲، ۷، ۸، ۹ اور آخری دو ورق بیاض۔ مخطوطہ فارسی زبان میں ہے لیکن جہاں جہاں مصنف نے اپنی تائید میں عربی کتابوں کے حوالے دئے ہیں، ان کتابوں کی اصل عربی عبارت بھی درج کر دی گئی ہے۔ فتاویٰ کے تعارف کے سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس میں حصہ عبادات کی نسبت حصہ معاملات زیادہ وضاحت اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ [بر صغیر میں علم فقہ ص ۲۱۶]

اسی کتاب کے صفحہ ۲۲۲ پر یہ لکھا ہوا ہے۔ جس زمانہ (۹۴۸ھ۔۱۵۴۱ء) میں یہ کتاب تصنیف کی گئی، وہ ہندوستان میں مغل حکمران ہمایوں کی حکومت کا زمانہ ہے۔ ہمایوں علما و فقہا کا قدرداں تھا، ممکن ہے کہ فتاویٰ امینیہ کے مصنف اسی زمانے میں یا اس سے قبل بابر کے عہد میں حصول علم کی غرض سے بخارا گئے ہوں اور وہاں سے واپس ہندوستان آکر انھوں نے یہ کتاب تحریر کی ہو۔ [برصغیر میں علم فقہ ص ۲۲۲)

## (۷) فتاویٰ عالمگیری

گیارھویں صدی ہجری میں منظر عام پر آنے والا حنفیت کا وہ مستند علمی و فقہی ذخیرہ ہے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ معروف بادشاہ اور فقہ حنفی کے بے نظیر عالم و فقیہ سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے عہد سعید میں ان کی تحریک پر یہ فقہی مجموعہ مرتب کیا گیا۔ سلطان موصوف نے اپنے عصر کے فقیہ اعظم علامہ نظام علیہ الرحمہ کو اس کی ترتیب پر مامور کیا۔ ملا نظام علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں برصغیر کے سینکڑوں اجلہ علما اور حاذق مفتیان اکرام نے انتہائی محنت اور جد جہد سے یہ عظیم فقہی مرقع مرتب کر کے بادشاہ وقت کی بارگاہ میں پیش کیا۔ اس عظیم علمی و فقہی ذخیرہ پر دو لاکھ کی رقم صرف ہوئی۔ بادشاہ نے قانون شریعت پر مشتمل مجموعہ فقہ حنفی کو قانونی اور سرکاری دستاویز کی حیثیت سے قبول کیا اور اسی پر ملکی فیصلے کی بنیاد رکھی۔ عرب وعجم کے مختلف ممالک میں اس کتاب کے متعدد نسخے بھیجے جو تمام ممالک کے علما و فضلا میں معمول و مقبول ہوا۔

مولانا سید امیر علی نے ۱۳۴۹ھ میں اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا تھا، وہ اس کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ ہندوستان میں حامی اسلام متشرع متقی، متمسک سنت متبع شریعت، مہتدی، ہادی، عامل لواء المومنین، خلیفۃ اللہ فی العلمین، ناصر الدین المتین، السلطان ظل اللہ فی الارض علی المتہدین، الامام العادل الکبیر اورنگ زیب محمد عالمگیر انار اللہ تعالیٰ برہانہ وافاض علیہ شآبیب غفرانہ واسکنہ بحبوحۃ جنانہ کو پیدا فرمایا، جس نے حفظ شریعت پر قدم جمایا اور علما و مشائخ کو اکرام کے ساتھ اپنے سایہ دولت میں جمع فرمایا اور شیخ الوقت عمدۃ العلما العلامہ الامام الشیخ النظام رحمہ اللہ تعالیٰ کی امامت میں اس انصرام کی

درخواست کی کہ اصول مذہب یعنی معروف کتب ستہ امام محمد بن الحسن الشیبانی و فتاوی مشائخ مجتہدین متقدمین اور ترتیب وار جوابات مشائخ متاخرین مع نوادر وواقعات جمع ہو جائیں کہ بندگان الٰہی جل شانہ کے افعال واعمال بہ حسن نظام باقی رہیں اور اس دیار جہالت میں اتباع شریعت وتمسک بسنت کا قیام ہو، اور چونکہ خود بادشاہ کا رزق خفیہ اپنے ہاتھ کی مشقت سے تھا اور بیت المال خزانہ عباد معمور ہو رہا تھا، حالانکہ ہر قوم وملت رعایا وبرایا آسودہ حال وفارغ البال تھے، پس سلطنت کی سرپرستی میں خزانہ وافی جس کی تعداد کثیر کا احاطہ علم الٰہی میں ہے، اس کار خیر میں صرف کر کے متعدد نسخ وصحاح اصول اور بے شمار معتمد کتب وشروح ائمہ وفتاویٰ مشائخ وتالیفات علما کو کمال احتیاط ووثوق کے جمع فرما کر ان علما کی جماعت عظیم کو جن کی تعداد کمتر ایک سو کی پانچ گونہ یعنی پانچ سو مشتہر ہے، یہ نوادر جواہر یعنی کتب فقہ وشریعت تفویض فرمائیں۔

ان مشائخ تبحر وعلمائے نامدار نے کمال حزم واحتیاط سے اصول و فتاویٰ وواقعات ونوازل وشروح وتخریجات ونوادر کو بعینہ انتخاب و بلفظ التقا سے بدون اختصار وتنگی کے کمال باریک بینی وعمدہ تبحر علمی سے ابواب وفصول فقہ پر معروف ترتیب کے مطابق اور قواعد استفادہ کے موافق جمع فرمایا، واللہ درہم ثم واللہ درہم کہ جس خوبی وخوش اسلوبی سے رعایات وشرائط مرعی فرمائے ہیں، ایک عارف اصول و ماہر شریعت اس کی قدر کر سکتا ہے وبحمد اللہ سبحانہ تعالیٰ ایک ایسا نفیس مجموعہ ظاہر ہوا کہ جس قدر فروع واحکام وفتاویٰ بحسن نظام اس میں مندرج ومندمج ہے۔[مقدمہ فتاوی عالمگیری اردو ص ۱۸۰۔۱۸۱]

## (۸) مجمع البرکات

بارہویں صدی ہجر کی کتب فتاویٰ میں مجمع البرکات سرفہرست ہے۔ یہ فقہی مجموعہ دوضخیم جلدوں پر مشتمل مسائل شرعیہ حنفیہ کا ممتاز اور نادرو نایاب مرقعہ ہے۔ اس کتاب کے مصنف جلیل القدر مفتی، متدین عالم علامہ ابوالبرکات بن حسام الدین دہلوی ہیں۔ آپ نے اس کتاب کی تکمیل ۱۱۱۶ھ میں فرمائی۔ نزہۃ الخواطر میں سید عبدالحی لکھنوی نے مفتی ابوالبرکات دہلوی کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

**الشیخ العالم الفقیہ المفتی ابو البرکات بن حسام الدین بن سلطان بن ھاشم بن رکن الدین بن جمال الدین بن سماء الدین الحنفی الدھلوی کان من کبار الفقھاء الحنفیۃ، ولد ونشاء بدار الملک دھلی و ولی الافتاء بھا ثم ولی القضاء فی ایام عالمگیر -لہ "مجمع البرکات" فی مجلدین ضخمین فی الفقہ اولہ -الحمد للہ الذی نور قلوب الموحدین بنور التوحید والایمان، الخ** -[نزہۃ الخواطر ۶۸۴]

**ترجمہ:** حضرت العلام فقیہ ومفتی ابوالبرکات بن حسام الدین بن سلطان بن ہاشم بن رکن الدین بن جمال الدین بن سماء الدین الحنفی دہلوی کبار فقہائے احناف سے ہیں اور ان کی ولادت اور پرورش دار السلطنت دہلی میں ہوئی اور مسند افتا کے والی ہوئے، پھر ایام عالمگیر میں منصب قضا پر مامور ہوئے۔ فقہ میں دوضخیم جلدوں پر آپ کی تصنیف "مجمع البرکات" ہے، جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔ "الحمد للہ الذی نور قلوب الموحدین بنور التوحد والایمان، الخ۔

## (۹) الفتاوی فی المسائل المشکلہ

تیرھویں صدی ہجری میں فقہ حنفی کا ایک عظیم ذخیرہ اور در یتیم ہے۔ کتاب وسنت اور کتب متداولہ سے مرتب ایسا مدلل، مبرھن گلدستہ ہے کہ جس سے برصغیر کے تمام اصحاب افتا وقضا صدیوں سے اخذ وا ستفادہ کر رہے ہیں اور اسے بطور حوالہ کتب فقہ وفتاویٰ میں درج کر رہے ہیں۔ یہ فقہی مجموعہ عربی زبان میں دوضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے مولف اور مصنف سراج الھند، فقیہ ابن فقیہ، محدث ابن محدث، ولی ابن ولی حضرت العلام عبدالعزیز بن ولی اللہ محدث دہلوی علیہما الرحمہ ہیں جو اپنے عصر کے تمام علما ومشائخ سے فائق اور جملہ فقہا ومحدثین کے سردار ورئیس تھے اور ولی اللّٰہی مسند کے اکلوتے وارث وجانشین تھے۔

عبدالحی لکھنوی نے لکھا۔ **"الشیخ الامام العالم الکبیر العلامۃ المحدث عبد العزیز بن ولی اللّٰہ بن عبد الرحیم العمری الدھلوی سید علمائنا فی زمانہ وابن سیدھم. لقبہ بعضھم، سراج الھند، وبعضھم، حجۃ اللہ"** [نزہۃ الخواطر ص ۱۰۱۴]

ترجمہ: شیخ امام عالم کبیر حضرت علامہ محدث عبدالعزیز ابن ولی اللہ ابن عبدالرحیم عمری دھلوی اپنے زمانہ میں علمائے کرام کے سردار اور اپنے اسلاف کے جانشین تھے، بعض علما آپ کو سراج الھند کے لقب سے اور بعض حجۃ اللہ کے لقب سے ملقب کرتے ہیں۔

دوسرے صفحہ پر آپ کی تصانیف کا شمار کراتے ہوئے لکھا۔"و اما مصنفاته فاشهرها"الفتاوی فی المسائل المشکلة"ان جمعت ما تحو يها ضخام الدفاتر والميسر منها ايضًا فی مجلدين"۔[نزہۃ الخواطر ص ۱۰۱۶]

ترجمہ: آپ کی مشہور تصانیف میں "الفتاوی فی المسائل المشکلہ" ہے۔ اگر اس کے مسائل کو مرتب کیا جاتا تو ایک ضخیم دفتر تیار ہوتا، اس میں سے جو کچھ محفوظ رہ سکا، وہ دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

## (۱۰) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ

یہ چودھویں صدی ہجری کے مجدد، فقیہ اعظم امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے فتاویٰ کا عظیم مجموعہ ہے، جس کا تاریخی نام "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" ہے۔ یہ فقہی شاہکار عربی، فارسی، اردو زبان پر مشتمل ہے۔ چونکہ یہ فتاویٰ مسلمانان ہند کے سوالوں کے جواب میں لکھے گئے ہیں، اس لیے اردو فتاویٰ کثرت سے ہیں۔ یہ فتاویٰ غیر مخرجہ ۱۲/ جلدوں میں ہے، اور تخریج شدہ ۳۰/ جلدوں پر مشتمل ہے۔ فتاویٰ رضویہ تقریباً بائیس ہزار ۲۲۰۰۰/ صفحات، چھ ہزار آٹھ سو سینتالیس ۶۸۴۷/ سوالوں کے جوابات اور دو سو چھ ۲۰۶/ رسائل پر مشتمل ہے، جبکہ ہزارہا مسائل ضمناً زیر بحث آئے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ فقہ حنفی کا انسائکلو پیڈیا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ ایک انسائکلو پیڈیا ہی نہیں، بلکہ تمام قدیم وجدید انسائکلو پیڈیہ کا جامع بھی ہے۔ براعظم ایشیا، براعظم یورپ، براعظم امریکہ، براعظم افریقہ کی وسعتوں کو فتاویٰ رضویہ نے اپنی فقہی خدمات کے دامن میں سمیٹ رکھا ہے، گویا دنیا کے کتب فتاویٰ میں فتاویٰ رضویہ کے لیے عالمگیر صفت کا استعمال جائز ہے۔ فتاویٰ رضویہ کا ایک عربی فتویٰ شیخ مکہ مکرمہ مفتی اعظم علامہ سید اسمعیل جلیل مکی علیہ الرحمہ نے مطالعہ کیا تو وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کے احساسات الفاظ کے پیکر میں گہر آبدار بن کر صفحہ قرطاس پر یوں مرتسم ہو گئے۔

"و اللّٰه اقول والحق اقول انه لو رأها ابو حنيفة النعمان لاقرت عينه ولجعل مؤلفها من جملة الاصحاب"[الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ ص ۲۲]

ترجمہ: میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ان فتاویٰ کو دیکھتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں اور ان فتاویٰ کے مؤلف یعنی امام احمد رضا کو اپنے تلامذہ میں شامل کر لیتے۔

الغرض چوتھی صدی ہجری سے چودھویں ہجری تک اس لمبے عرصہ میں مسلک امام ابوحنیفہ کی تائید اور فقہ حنفی کی روشنی میں لکھی جانے والی چند مشہور و معروف تصانیف کا تعارف و تذکرہ اوپر ہوا، جبکہ عہد قدیم سے اب تک ایسی بے شمار فقہی تصانیف ہندوستانی فقہانے تحریر فرمائیں ہیں جو درجہ صحت اور مقام قبولیت میں کتب مذکورہ سے کسی طرح کم نہیں، لیکن ان تمام کا تذکرہ اس مختصر سے مضمون میں ممکن نہیں اور نہ ہی یہ مقصود ہے۔

جو کہوں تو ختم نہ ہو سکے، جو سنے اسے بھی خلش رہے
کہ فسانہ زلف دراز کا، میری زندگی سے دراز ہے

غرض تحریر بس اس قدر ہے کہ غیر منقسم ہندوستان کی سرزمین حنفیت کی زمین ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ کے مقلدین کی زمین ہے، مسلک احناف کے مؤیدین اور ناصرین کی زمین ہے، لوائے احناف کے حاملین کی زمین ہے، جب سے امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ نے اپنے مشک بار گیسو کھولے ہیں، تب سے بلا انقطاع آج تک اس کی خوشبو یہاں بسنے والے تمام مسلمانوں کے مشام جاں کو معطر کر رہی ہے اور یہاں کی مسلم اکثریت اسی خوشبو کی اسیر ہے۔ لاریب آغاز حنفیت سے آج تک غیر منقسم ہندوستان پر پورے آب و تاب کے ساتھ مسلک حنفی کا قبضہ و اقتدار ہے، جس کا سہرا عظیم الشان سلاطین اسلام، پا کباز صوفیائے عظام اور متدین علمائے کرام و فقہائے نیک فرجام کی دینی، ملی، مذہبی، مسلکی و فقہی خدمات کے سر ہے۔

اللہ رے وسعت، تیرے دامان کرم کی
اس بحر کا ملتا نہیں، ڈھونڈھے سے کنارا

**قومی مسائل** **قسط دوم**

# بی جے پی حکومت اور قوانین ہند میں تبدیلیاں

طارق انور مصباحی (کیرلا)

ملک میں پہلی بار 19/مارچ ۱۹۹۸ء کو مرکز میں اٹل بہاری واجپائی (۱۹۲۴ء-تادم تحریر) کے زیر قیادت بی جے پی کی مخلوط حکومت یعنی این ڈی اے حکومت{NDA Government} حکومت قائم ہوئی۔بی جے پی کا خاص ایجنڈا جمہوریت اور سیکولرزم سے مطابقت نہیں رکھتا۔یہ پارٹی ''ہندوتوا''{Hindu Nationalism} کوملکی قومیت تسلیم کرتی ہے،یعنی ہندوانہ رسم ورواج ملک کا ثقافتی وتہذیبی حصہ ہے۔ہر ملکی اس تہذیب وثقافت کواختیار کرے،خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان،سکھ ہو یا عیسائی،یہودی ہو یا پارسی۔اسی لیے بی جے پی دستور ہند میں بھی تبدیلی لانے کے لیے قسم قسم کے ذرائع اختیار کرتی ہے۔یکساں سول کوڈ{Common Civil Code} کا نفاذ بھی اس پارٹی کے اہم اہداف میں سے ہے،حالانکہ ہندوستان ایک سیکولر ملک ہے۔دستور میں بھی اس کی صراحت موجود ہے۔یکساں سول کوڈ کے نفاذ کا مقصد یہ ہے کہ ہندورسم ورواج اور ہندوقوانین کودستوری شکل دے کر تمام اہل ہند پر نافذ کردیا جائے،تاکہ ملک بھر میں ہندونیشنلزم کی شکل پیدا ہوجائے۔اسی طرح بابری مسجد کی جگہ رام مندر کا قیام بھی اس کے بنیادی مقاصد میں ہے۔گئوکشی پر پابندی عائد کرنا اور کشمیر کی خصوصی حیثیت کوختم کرنا بھی اس کے مقاصد میں شامل ہے۔اس طرح پانچ اہم مقاصد اس پارٹی کے اصل منشور{Manifesto} میں شامل ہیں۔

(1)ہندوقومیت{Hindu Nationalism}(2) یکساں سول کوڈ{Common Civil Code}

(3)اجودھیا میں رام مندر کی تعمیر{Building of Ram Temple in Ayodhya}

(4)گئوکشی پر پابندی{Banning Cow Slaughter}

(5)کشمیر کی خصوصی مراعات کوختم کرنا{Abolishing the special status given to Jammu & Kashmir}

## بی جے پی حکومت اور انتظامی قوانین

بی جے پی حکومت نے پہلی بار اقتدار ہاتھ میں آتے ہی 8/مئی ۱۹۹۸ء کو ملک کے انتظامی قوانین {Administrative Laws} میں تبدیلی کے لیے وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی کی منظوری سے پی سی جین کمیشن {PC Jain Commission, 1998} تشکیل دی۔ یہ کمیشن،پی سی جین چیئرمین آف کمیشن سمیت کل چار ارکان پر مشتمل تھا۔پی سی جین کمیشن نے اپنی رپورٹ 30/ستمبر ۱۹۹۸ء کوحکومت کو پیش کر دی۔رپورٹ میں مختلف خانوں{Different Catogaries} کے قریباً 2,500/سنٹرل قوانین{Central Laws} میں سے 1,300/سے زائد مرکزی قوانین میں ترمیم وتبدیلی یا قوانین کومسترد کرنے کی سفارش کی گئی۔ باجپائی حکومت نے پی سی جین کمیشن کی سفارشات کے مطابق ریپیلنگ وایمینڈنگ ایکٹ:۲۰۰۱ء {Repealing and Amending Act, 2001} کے ذریعہ 315/قوانین کوبدل دیا۔پدم چندجین {Padam Chand Jain}(۱۹۳۰ء-تادم تحریر)ایک ریٹائرڈ آئی اے ایس{IAS Ret.} ہے۔بی جے پی نے جین کمیشن کی تشکیل اس وقت کی تھی،جبکہ

**ابھی این ڈی اے حکومت کی تشکیل پر دو ماہ بھی نہ گذرا تھا۔اتنی جلد بازی کیوں؟**

صرف چار ماہ میں اتنے قوانین کا مطالعہ مشکل تھا،لیکن جین کمیشن کو اسی مدت میں ڈھائی ہزار قوانین سے متعلق اپنی رائے پیش کرنی تھی۔کمیشن نے اپنی رپورٹ دو جلدوں میں پیش کی۔کمیشن کو صرف تین ماہ کا موقع دیا گیا تھا۔کمیشن خود ہی قلت وقت کا بار بار تذکرہ کرتا ہے۔اتنی جلد بہت سے لوگوں سے ملاقاتیں اور 43/ منگیں بھی ہوئیں۔حکومت نے کمیشن کو اتنا موقع نہ دیا کہ کافی غور وفکر کے بعد کمیشن اپنی رپورٹ پیش کر سکے۔صرف 43/ منٹگوں میں 1,300/ سے زائد امور سے متعلق اظہار خیال ایک انتہائی مشکل امر ہے۔الحاصل کمیشن نے جلد بازی میں اپنا عندیہ پیش کر دیا۔جین کمیشن کے مذکورہ بالا حقائق کو کمیشن کی تحریروں کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے۔

## سنٹرل قوانین کی تعداد قریباً ڈھائی ہزار

**1-There are now nearly 2,500 Central Laws in force.{Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page 12}**

**2-The total number of Central laws in force will be about 2,500 acts.{Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page 45}**

ترجمہ:(۱)ابھی قریباً ڈھائی ہزار مرکزی قوانین نافذ العمل ہیں۔(۲)نافذ العمل مرکزی قوانین کی تعداد تقریباً ڈھائی ہزار ہوگی۔

## 43/ مٹنگ اور فیصلہ

**1-The Commission held all its meetings in the Committee Room of the Department of Administrative Reforms and Public Grievances. It had 43 meetings over the period starting from third week of May 1998 till the end of September 1998. The Commission interacted with the Secretaries and other senior officials of a large number of Ministries/ Departments and Central Agencies, the representatives of Chambers of Commerce and Industry, such as Confederation of Indian Industry, ASSOCHAM, FICCI and PHD Chamber of Commerce and Industries. The Commission also interacted with representatives of consumer and user groups, the pensioners, Association in addition to joint interactive discussions with the Ministries / Departments and user groups. The Commission was also provided with reports on regulatory reform prepared by individul Ministries/ Departments, the Chambers of Commerce and Industry and consumer representatives.{Report of the Commission on Review of Administrative**

**Laws volume 1 page 2}**

**ترجمہ:** کمیشن نے اپنی تمام مٹنگیں انتظامی اصلاحات اورعوامی فلاح کے محکمے (ڈیپارٹمنٹ آف ایڈمنسٹریٹو ریفارمس اینڈ گریوینسیز) کے کمیٹی روم میں کیا۔ مئی ۱۹۹۸ء کے تیسرے ہفتہ سے شروع ہوکر ستمبر ۱۹۹۸ء کے اخیر تک کی مدت میں کمیشن نے ۴۳/ منگیں کی۔ کمیشن نے بہت سی وزارتوں، شعبہ جات اور مرکزی ایجنسیوں کے سکریٹری اور دوسرے اعلیٰ افسروں کے ساتھ تبادلہ خیال کیا۔ چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے نمائندگان، اسی طرح انڈیا انڈسٹری کے گروپ کی حیثیت سے ایسوچم ، ایف آئی سی سی آئی اور پی ایچ ڈی چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹریز سے بات چیت کی۔ کمیشن نے صارفین اور استعمال کنندہ گروپوں کے نمائندگان ، پینشن یافتگان ، وزارتیں ، شعبہ جات اور استعمال کنندہ گروپوں کے ساتھ باہمی مذاکرات کے ایسوسی ایشنز کے ساتھ بھی بات چیت کی۔ کمیشن کو قانونی اصلاح کی رپورٹیں بھی فراہم کی گئیں ، جو انفرادی طور پر وزارتوں یا چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے شعبہ جات اور صارفین کے نمائندگان کی طرف سے تیار کی گئی تھیں۔

## قلت وقت کا تذکرہ

**1-The Commission was initially required by the Government to submit its report within a period of three months.{Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page 2}**

**2-As noted earlier, the Commission did not have the time or opportunity to interact with State officials on the reform of State laws and regulations.{Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page 14}**

**3-The Commission shall submit its report within three months.{Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page 62}**

**4- A short time available to the Commission. {Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page A}**

**ترجمہ:** (۱) حکومت کے ذریعہ ابتدا سے ہی تین ماہ کی مدت کے اندر کمیشن کو اپنی رپورٹ پیش کرنے کا مطالبہ تھا۔ (۲) جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا کہ ریاستی قوانین کی اصلاح کے لیے اسٹیٹ افسروں کے ساتھ معاملات کرنے کا کمیشن کے پاس ٹائم یا موقع نہیں تھا۔ (۳) کمیشن کو اپنی رپورٹ تین مہینوں کے اندر پیش کرنی تھی۔ (۴) کمیشن کو ایک مختصر وقت مہیا تھا۔

## قلت مدت کے سبب تفصیلی جائزہ پیش نہ کیا جاسکا

**The Commission is conscious that it has not been able to do more than limited justice to the vast area of legal and regulatory reform in India. It did not even have the recources available to the Central Law Commission, nor**

**the luxury of a long period in which to make substantive examination of different laws and regulations, obtain a detailed reply, interact with State Governments and experts, and thus prepare a larger canvas on which it could have made far greater recommendations on different regulatory aspects in the economic and social development.{Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page 50}**

**ترجمہ:** کمیشن کو احساس ہے کہ وہ ہندوستان میں قانونی اصلاح کے وسیع دائرہ میں محدود انصاف سے زیادہ کچھ نہ کر سکا۔ نہ اسے مرکزی لاکمیشن کے وسائل مہیا ہیں، نہ ہی لمبی مدت کی سہولت ہے، ایک تفصیلی جواب حاصل کرنے، ریاستی حکومتوں اور ماہرین سے تبادلہ خیالات کرنے، اور اس طرح ایک عظیم ماحول تیار کرنے کی، کہ جس میں ہم مختلف قوانین واصول کی اہم جانچ کر سکیں جس کے سبب یہ کمیشن اقتصادی اور سماجی ترقی کے اعتبار سے مختلف قوانین پر بہت عظیم سفارشات کر سکے۔

## کیا یہ رپورٹ فیصلہ کن منزل میں ہے؟

مئی ۱۹۹۸ء کے آخری ہفتہ سے کام شروع ہو کر ستمبر ۱۹۹۸ء کے اخیر میں ختم ہو گیا۔ صرف دو ماہ میں ڈھائی ہزار قوانین کا مطالعہ، ان کے بارے میں فیصلہ کرنا، متعلقہ ادارہ جات، آفیسرز و دیگر اشخاص سے ملاقات کرنا، ان امور سے متعلق پرانی رپورٹوں کو دیکھنا بطریق احسن کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟ لگتا ہے کہ بی جے پی حکومت کی عجلت پسندی کے سبب کمیشن نے اپنا بوجھ ہلکا کر لیا۔ کمیشن خود اعتراف کر رہا ہے کہ صحیح طرز پر کام کرنے کی مہلت میسر نہ تھی۔ اب اس تحقیق یا رپورٹ کو فیصلہ کن کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

## 1,300 / مرکزی قوانین کو مسترد کرنے کی سفارش

**1-Of about 2,500 Central Laws in force, the Commission recommends repeal of over 1,300 Central Laws of different categories as listed below.**

**{i}166 Central Acts {including 11 Pre-Nationalisation Acts and 20 Validation Acts}**

**{ii} 315 Amendment Acts.**

**{iii} 11 British Statutes still in force.**

**{iv} 17 War-time permanent Ordinances.**

**{v} 114 Central Acts relating to state subjects.**

**{vi} 700 Appropriation Acts {approximately} passed by Parliament.**

**The Commission recommends their repeal on the ground that these laws have become either irrelevant or dysfunctional.{Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page 60}**

**ترجمہ:** کمیشن، قریباً ڈھائی ہزار نافذ العمل مرکزی قوانین میں سے مختلف خانوں کے تیرہ سو(۱۳۰۰) سے زائد مرکزی قوانین کو مسترد کرنے کی سفارش کرتا ہے، جس کی لسٹ درج ذیل ہے۔

(۱)166/مرکزی قوانین(آزادی ہند سے قبل کے 11/قوانین اور 20/ویلیڈیشن ایکٹ کی شمولیت کے ساتھ)

(۲)315/ترمیمی قوانین(۳)11/برطانوی قوانین جواب تک نافذ ہیں۔

(۴)17/زمانہ جنگ کے مستقل آرڈیننس (۵)114/ریاستوں سے متعلق مرکزی قوانین(۶) تقریباً700/تصرفاتی قوانین جو پارلیامنٹ سے پاس ہوئے۔کمیشن ان قوانین کو مسترد کرنے کی سفارش کرتا ہے، اس بنیاد پر کہ یہ قوانین یا تو بے محل ہو چکے ہیں یا بیکار۔

## پرسنل لا کو مسترد کرنے کی سفارش

پی سی جین کمیشن نے 12/پرسنل لا کو بھی مسترد کرنے کی سفارش کی ہے۔اس میں مسلمانوں کے پرسنل لا اور دیگر اقوام کے پرسنل لا بھی شامل ہیں۔پرسنل لا سے متعلق کمیشن کے خیالات درج ذیل ہیں۔

**1-Another matter of major importance connected with the repeal of obsolete and outdated laws is the ammendment of those laws which are old but have a bearing on certain religious customs and practices and rights which cannot be disregarded. These laws are contained in Appendix D.{Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page 12}**

**2-"The pre-Nationalisation Acts and Validation Acts {Appendix-1} can be repealed. All the Validation Acts can be repealed after providing savings clauses wherever necessary. In addition, there are a number of personal laws {Appendix-D} applicable to some religions and communities. Some of these may not be relevant now and are also indeed very old. The perception of the concerned religion or community would be relevant for their updating/ codification/repeal. The Commission recommends that further action be taken accordingly."{Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page 47}**

**ترجمہ:** (۱) بڑی اہمیت کا ایک دوسرا معاملہ جو فرسودہ اور پرانے قوانین کو مسترد کرنے سے متعلق ہے، وہ ان قوانین کی ترمیم ہے جو پرانے ہیں، لیکن بعض مذہبی رسوم وطور طریقوں اور حقوق کی بنیاد پر قبول کیے گیے ہیں، جن کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔یہ قوانین ضمیمہ، ڈی {Appendix D} میں شامل کیے گیے ہیں۔

(۲) آزادی ہند سے ماقبل کے قوانین اور ویلیڈیشن دفعات (ضمیمہ-۱) مسترد کیے جاسکتے ہیں۔ضروری فقروں کو تحفظ فراہم کرنے

کے بعد تمام ویلیڈیشن قوانین منسوخ کیے جاسکتے ہیں۔ان کے علاوہ پرسنل لاز (ضمیمہ، ڈی) کی ایک تعداد بعض مذاہب واقوام کے لیے قابل اطلاق ہیں۔ان میں سے چنداب متعلق (قابل عمل) نہیں ہوسکتے، اور دراصل وہ بہت پرانے بھی ہیں۔متعلقہ مذہب یا قوم کا خیال اس کی تجدید کاری/قانون سازی یا منسوخ کرنے کا ہوگا، کمیشن سفارش کرتا ہے کہ اسی کے مطابق اگلا اقدام کیا جانا چاہئے۔

## جین کمیشن اور مسلم قوانین

پرسنل لاز کے بارے میں جین کمیشن سفارش کررہا ہے کہ متعلقہ مذاہب واقوام کے خیالات کے مطابق جدید اقدام ہونا چاہئے، لیکن مودی حکومت مسلم پرسنل لا کو مسلمانوں کے خیالات کی بجائے اپنی مرضی کے مطابق بدل دینا چاہتی ہے، اور حوالہ جین کمیشن رپورٹ کا دیا جاتا ہے، تاہم جین کمیشن نے درج ذیل مسلم قوانین میں تبدیلی کی سفارش کی۔ بعد کی تحقیقاتی کمیٹیوں نے بھی جین کمیشن کا حوالہ دے کر ان میں سے متعدد قوانین کو منسوخ کرنے کی سفارش کی۔ یعنی جین کمیشن ہی اپنے مابعد کے لیے آئیڈیل ہے، پھر کسی عہد میں جین کمیشن رپورٹ کا حوالہ دے کر ان قوانین کو منسوخ کردیا جاسکتا ہے۔

**1-Mussalman Waqf Validitating Act, 1913{6 0f 1913} 2-Mussalman Wakf Validating Act, 1930{32 of 1930}{Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page 79}**

**3-Muslim Personal Law {Shariat} Application Act, 1937 {26 of 1937} 4-Cutchi Memons Act, 1938 {10 0f 1938} 5-Dissolution of Muslim Marriages Act, 1939 {8 of 1939}**

**6-Kazis Act, 1880 {12 of 1880}{Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page 79}**

## بی جے پی حکومت اور دستوری قوانین

۱۹۹۸ء میں بی جے پی حکومت (این ڈی اے گورنمنٹ) نے انتظامی قوانین میں تبدیلی کے لیے جین کمیشن مقرر کیا۔ پھر لوک سبھا الیکشن: سال ۱۹۹۹ء میں این ڈی اے کو کامیابی ملی۔اٹل بہاری واجپائی کے زیر قیادت این ڈی اے حکومت قائم ہوئی۔اس عہد میں این ڈی اے حکومت کے ایک ریزولیوشن{Resolution} کے ذریعہ وینکٹا چالیہ کمیشن {The National Commission to review the working of the Constitution *NCRWC} کا قیام 22/فروری ۲۰۰۰ء کو ہوا۔ کمیشن کو یہ ذمہ داری دی گئی تھی کہ وہ گذشتہ پچاس سالوں کے تجربات کی روشنی میں دستور ہند{Constitution of India} میں غور وفکر کرکے ممکنہ ترامیم{Possible Amendments} کا مشورہ دے، تاکہ دستور کو موجودہ زمانہ کے مطابق بنایا جاسکے، لیکن دستور کے بنیادی ڈھانچہ میں دخل اندازی نہ کی جائے۔کمیشن کو ایک سال کی مدت دی گئی تھی، پھر حسب ضرورت تین بار اس کو اضافی مدت دی گئی، اور کمیشن نے دوسال بعد 31/مارچ ۲۰۰۲ء کو اپنی رپورٹ حکومت ہند کو پیش کی۔رپورٹ 1979/صفحات پر مشتمل دو جلدوں میں تھی۔کمیشن نے الیکشن سے متعلق امور میں کچھ اصلاحات کی تجویز پیش کی۔ساتھ دفعہ 262/جس کا تعلق ملک کی ریاستوں{States} کے مابین پانی کی تقسیم سے متعلق ہے، اس میں بھی ترمیم کی تجویز پیش کی۔مابعد کی حکومتوں نے ان تجاویز کو قبول نہ کیا۔

دہلی کے انگریزی رونامہ ''دی ہندو'' میں 25/فروری ۲۰۰۱ء کو دستوری کمیٹی {NCRWC} سے متعلق جسٹس وینکٹا چالیہ کا مکالمہ شائع ہوا تھا۔اخبار نے لکھا تھا۔

**'In a conversation with The Hindu, Mr. Venkatachaliah said that the bulk of the Commission's recommendations would relate to reforming existing legislation or be in the nuture of suggestions for administrative reform. "That on the constitutional side will be very minimal." he said. "And even here is no question of tampering with the basic features." {The Hindu 25 Feb 2001}**

**ترجمہ:** روزنامہ ''دی ہندو'' کے ساتھ ایک مکالمہ میں مسٹر وینکٹا چالیہ نے کہا کہ کمیشن کی سفارشات کا دائرہ موجودہ قانون سازی کی اصلاح سے متعلق ہوگا،یا(کمیشن کی سفارشات)انتظامی اصلاح کے بارے میں مشوروں کے طور پر ہوں گی۔دستوری جہت میں بہت معمولی ہوگی۔انہوں نے کہا۔''اور یہاں تک کہ(دستور کی)بنیادی خصوصیات کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کا کوئی سوال یہاں نہیں۔

## دستور ہند میں تبدیلی کی کوشش

یہ بات اب راز سربستہ نہ رہی کہ فرقہ پرست قوتیں ملک ہند کو ''ہندوراشٹر'' بنانے کے لیے زبردست کوششیں کررہی ہیں۔اسی طرح بعض حقائق یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ دستور ہند میں تبدیلی کی عملی کوشش ہوچکی ہے،گرچہ کامیابی نہ مل سکی۔حالیہ چند سالوں میں فرقہ پرستوں نے ملک بھر میں عیسائیوں کو نشانہ بنایا۔دہلی کی ایک کمیٹی ای ایف آئی{Evangelical Fellowship of India *EFI Delhi} نے عیسائیوں کے خلاف سال ۲۰۱۴ء میں ہونے والے حملوں کی تحقیقات کرکے ایک رپورٹ تیار کی اور اس رپورٹ کو کتابی شکل میں

**"Hate and Targeted Violence Against CHRISTIANS in India"**

کے نام سے شائع کی ہے۔اس کتاب میں مرقوم ہے کہ جب ۱۹۹۸ء میں پہلی مرتبہ بی جے پی کے زیر قیادت مرکزی حکومت قائم ہوئی تو اس نے سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس ایم این وینکٹا چالیہ کی قیادت میں دستور ہند{Constitution of India} کا جائزہ لینے کے واسطے ایک اعلیٰ درجاتی کمیشن تشکیل دیا۔مسٹر وینکٹا چالیہ نے دستور ہند کے بنیادی ڈھانچہ میں تبدیلی لانے سے انکار کردیا۔اس نے صرف انتخابی اصلاحات کو ضرورت کا معاملہ قرار دیا۔اس وقت اٹل بہاری واجپائی کے پاس بی جے پی کے ممبران کی اتنی تعداد نہ تھی کہ ازخود حکومت سازی کرسکے،لیکن نریندر مودی کے پاس اتنی تعداد موجود ہے۔اس کتاب کی عبارت{Passage} درج ذیل ہے۔

**"When it first came to national power in 1998, the BJP-led government set up a high-level commission to review the Constitution headed by the former Chief Justice MN Venkatachaliah. He refused to alter the basic structure of the Constitution except for calling for electoral reforms as a matter of urgency. Mr. Vajpayee never had the numbers at that time, but Mr. Modi does."**

**{Hate and Targeted Violence Against CHRISTIANS in India page 23}**

**ترجمہ:** جب ۱۹۹۸ء میں بی جے پی پہلی بار مرکز میں قوت میں آئی تو بی جے پی کے زیر قیادت حکومت (این ڈی اے گورنمنٹ) نے سابق چیف جسٹس ایم این وینکٹا چالیہ کی قیادت میں ایک اعلیٰ سطحی کمیشن دستور ہند کا جائزہ لینے مقرر کیا۔ وینکٹا چالیہ نے دستور کے بنیادی ڈھانچہ کو بدلنے سے انکار کر دیا، علاوہ اس کے کہ وہ انتخابی اصلاحات کو ضرورت کا ایک معاملہ قرار دیتے رہے۔ واجپائی اس وقت ہرگز (ممبران پارلیامنٹ کی ضروری) تعداد نہیں رکھتے تھے، لیکن مودی یہ کرسکتا ہے۔

## مودی حکومت اور قوانین ہند

26 / مئی ۲۰۱۴ء کو نریندر مودی کی حکومت قائم ہوئی۔ ابھی حکومت سازی کو ایک ماہ بھی نہ ہوا تھا کہ 24 / جون ۲۰۱۴ء کو وزیر قانون وانصاف {Minister for Law and Justice} روی شنکر پرساد کی جانب سے لاکمیشن کو ایک خط بھیجا گیا، جس میں لاکمیشن سے ملک کے موجودہ قوانین کے بارے میں مشورے اور سفارشات طلب کی گئی تھیں۔ مودی حکومت کا ایک مہینہ بھی مکمل نہ ہوا تھا، اور قانون میں تبدیلیوں کی حکمت عملی تیار ہونے لگی۔ واجپائی حکومت کا دو ماہ بھی مکمل نہ ہوا تھا کہ پی سی جین کمیشن تشکیل دیدی گئی۔ الحاصل یہ خط ملنے پر لاکمیشن نے ایک پانچ رکنی کمیشن تشکیل دی، تاکہ موجودہ قوانین پر غور وفکر کیا جا سکے۔ لاکمیشن نے اس کمیٹی کی پہلی رپورٹ 12 / ستمبر ۲۰۱۴ء کو وزیر قانون وانصاف کو پیش کی، پھر دوسری رپورٹ ۱۳/ اکتوبر ۲۰۱۴ء کو وزیر قانون وانصاف کو پیش کی۔ تیسری رپورٹ 29 / اکتوبر ۲۰۱۴ء کو وزیر قانون وانصاف کو پیش کی۔

وزیراعظم نریندر مودی نے بھی یکم ستمبر ۲۰۱۴ء کو دو رکنی کمیٹی تشکیل دی تھی، تاکہ مرکزی قوانین پر وہ اپنی سفارشات پیش کرے۔ 5 / نومبر ۲۰۱۴ء کو اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ پیش کر دی۔ یہ ایک طویل رپورٹ ہے۔ یہ رپورٹ چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ جلد اول کے دو حصے ہیں۔ جلد سوم کے تین حصے ہیں۔ جلد چہارم کے پانچ حصے ہیں۔ ان جلدوں اور حصوں کے صفحات درج ذیل ہیں۔

(۱) جلد اول، حصہ اول (۶۳۸/صفحات) (۲) جلد اول، حصہ دوم (۶۷/۴/صفحات) (۳) جلد دوم (۳۸۵/صفحات) (۴) جلد سوم، حصہ اول (۳۱۶/صفحات) (۵) جلد سوم، حصہ دوم (۳۱۷/تا ۶۱۳/صفحات) (۶) جلد سوم، حصہ سوم (۳۳/صفحات) (۷) جلد چہارم، حصہ اول (۷۰۵/صفحات) (۸) جلد چہارم، حصہ دوم (۳۲۴/صفحات) (۹) جلد چہارم، حصہ سوم (۶۵۶/صفحات) (۱۰) جلد چہارم، حصہ چہارم (۱۱۶/صفحات) (۱۱) جلد چہارم، حصہ پنجم (۴۸/صفحات)

## عجلت پسندانہ رپورٹ

یہ رپورٹ کل تین ہزار نوسو اٹھانوے (۳۹۹۸) صفحات کی ہوئی۔ کیا صرف دو ماہ میں دو آدمی چار ہزار صفحات لکھ سکتے ہیں؟ یعنی دو ماہ میں ہر ایک رکن نے دو ہزار صفحہ لکھا۔ یہاں صرف لکھنا ہی نہیں ہے، بلکہ ان قوانین میں غور وفکر کر کے فیصلہ کرنا ہے کہ وہ اب قابل عمل ہیں یا نہیں؟ اس سے متعلق پرانی رپورٹوں کو بھی پڑھنی ہے، اور موجودہ حالات کا بھی جائزہ لینا ہے۔ کیا پہلے سے کوئی سوچی سمجھی اسکیم تھی؟ جب سنگھ پریوار {RSS & Others} آزادی ہند سے پہلے ہی ملک کو ہندوراشٹر بنانے کا پلان بنا چکا ہے اور اس کے لیے مسلسل کوششیں بھی کر رہا ہے تو اس تناظر میں روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ یہ سب پہلے ہی سے طے شدہ امور ہیں۔ ہاں، بی جے پی کی حکومت قائم ہونے پر رسمی طور پر کسی کمیشن کا قیام کر دیا جاتا ہے اور اس کمیشن کے ذریعہ سنگھ پریوار اپنے خفیہ مقاصد کی تکمیل کرنا چاہتا ہے۔ کمیشن کو اتنی مہلت بھی فراہم نہیں کی جاتی ہے کہ وہ اطمینان بخش رپورٹ پیش کرے۔ ایک قانون بنانے کے لیے کئی دنوں تک پارلیامنٹ میں بحث ہوتی

ہے،جس پر لوک سبھا اور راجیہ سبھا کے ممبران بحث کرتے ہیں، پھر صدر جمہوریہ کو اس پر غور وفکر کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ایسے مضبوط قوانین ،چند لمحوں اور چند لوگوں کے غور وفکر اوران کی رپورٹ پر کیونکر مسترد کیے جاسکتے ہیں؟

## مسلم لا کو مسترد کرنے کی کوشش

لا کمیشن کی رپورٹ :248 کے ضمیمہ دوم {Appendix-II} میں ان قوانین کی فہرست دی گئی ہے،جن کو مسترد کرنے کی سفارش ماقبل کی کسی کمیٹی نے کیا ہو،لیکن ابھی تک حکومت نے ان قوانین کو منسوخ نہ کیا ہو۔اس باب کا عنوان درج ذیل ہے۔

**Laws Recommended for Repeal by Various Commissions but Not Undertaken for Repeal by Government{Law Commission of India, Report No.248 Page 119}**

مندرجہ بالاعنوان کے ذیل میں جین کمیشن رپورٹ کے حوالہ سے درج ذیل مسلم قوانین کو شامل کیا گیا ہے۔یعنی یہ قوانین قابل تنسیخ ہیں۔

**1-Muslim Personal Law {Shariat} Application Act, 1937 {26 of 1937} 2-Dissolution of Muslim Marriages Act, 1939 {8 of 1939}3-Kazis Act, 1880 {12 of 1880}4-Cutchi Memons Act, 1938 {10 0f 1938}{Law Commission of India, Report No.248 Page 136}**

**1-Mussalman Waqf Validitating Act, 1913{6 0f 1913} 2-Mussalman Wakf Validating Act, 1930{32 of 1930}{Law Commission of India, Report No.248 Page 124}**

جس طرح بار بار جین کمیشن رپورٹ کا حوالہ دیا جارہا ہے،اس سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ ملک میں اسلامی تشخص کو تباہ کرنے کا خاکہ جین کمیشن کے ذریعہ تیار کردیا گیا ہے۔اب اسی حوالہ سے تمام خصوصی قوانین منسوخ کردیئے جائیں گے۔حالانکہ جین کمیشن نے خود ہی اقرار کیا ہے کہ ہماری رپورٹ جلد بازی میں تیار ہوئی ہے۔پہلی بار بی جے پی نے مخلوط حکومت بنایا،اس اختلاطی حالت میں بھی خاکہ نویسی کردی گئی تواب جبکہ اکثریت کے ساتھ بی جے پی مرکز میں برسراقتدار ہے،وہ کیا کچھ نہیں کرسکتی ہے۔ابھی راجیہ سبھا میں بی جے پی کو اکثریت حاصل نہیں۔بس انتظار ہے کہ راجیہ سبھا میں اکثریت مل جائے، پھراپنے عزائم کی تکمیل بزور قوت ہوگی۔

لا کمیشن نے تیسری رپورٹ 29 / اکتوبر ۲۰۱۴ء کو وزیر قانون وانصاف کو پیش کی۔اس رپورٹ میں جین کمیشن کی رپورٹ کا حوالہ دے کر وقف سے متعلق درج ذیل دونوں قانون کو مکمل مسترد کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔

**1-Mussalman Waqf Validitating Act, 1913{6 0f 1913} 2-Mussalman Wakf Validating Act, 1930{32 of 1930}{Law Commission of India, Report No.250 Page 3,4}**

جین کمیشن رپورٹ کے حالات ماقبل میں لکھ دیئے گئے ہیں کہ اس رپورٹ میں تحقیق وتفتیش قابل اطمینان حد میں نہ کی جاسکی ہے۔اس حقیقت کے باوجود جین کمیشن رپورٹ کو اتنا بلند درجہ دیا جارہا ہے، جیسا کہ وہ سپریم کورٹ کا فیصلہ یا پارلیامنٹ سے پاس شدہ کوئی قانون

ہو۔رپورٹ اور سفارش کی اہمیت ملک ہند میں یہ ہے کہ نہ جانے آج تک کتنی رپورٹیں تیار ہوئیں، وہ فائلوں میں بند پڑی ہیں، کوئی اسے دیکھنے والا بھی نہیں۔سچر کمیٹی رپورٹ، رنگناتھ مشرا کمیشن رپورٹ اور ملکی عوام کی بھلائیوں سے متعلق کمیٹیوں اور کمیشنوں کی بہت سی سفارشات توجہ کی محتاج ہیں اور وقت کی ضرورت بھی، لیکن اہل حکومت کی جانب سے طفل تسلیوں کے علاوہ کچھ بھی قوم کو نہ مل سکا ہے۔لگتا ہے کہ جین کمیشن رپورٹ کو ایک مہرہ بنا کر ملکی قوانین اور نظم ونسق کو زیر وزبر کرنے کی پلاننگ ہے۔یوپی میں یوگی حکومت قائم ہوتے ہی ہاتھ پاؤں مارنا شروع کر چکی ہے۔انتخابات میں ووٹنگ مشینوں میں دست اندازی کی شکایتیں بھی موصول ہو رہی ہیں۔اب مسلمانان ہند کی بیداری، ووٹنگ مشین کی اصلاح اور بہار کے عظیم اتحاد (مہاسنگٹھن) کی طرح تمام سیکولر پارٹیوں کا اتحاد ایک لازمی امر ہو چکا ہے۔

## جسٹس سچر کا انٹرویو

دہلی ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس اور سچر کمیٹی کے سربراہ ترانوے سالہ جسٹس راجندر سچر نے ۱۷/اپریل ۲۰۱۷ء کو پٹنہ میں ایم آئی خاں سے بات کرتے ہوئے آر ایس ایس {RSS} کے بعض خفیہ مقاصد پر روشنی ڈالی۔اتر پردیش میں یوگی آدتیہ ناتھ کو چیف منسٹر مقرر کیے جانے کے بعد یہ مکالمہ ہوا۔اس انٹرویو کو ایک ویب سائٹ ''ریڈف ڈاٹ کام'' نے شائع کیا۔چونکہ یہ ایک تاریخی مکالمہ ہے، اس لیے اس انٹرویو کے اہم پیراگراف ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

**1-The RSS has now made up its mind that 2019 is its target to declare India a Hindu Rashtara after the BJP returns to power, I think the danger of which is not being realised by the Opposition parties. Putting Yogi Adityanath in the CM's seat two years before the 2019 Lok Sabha Polls is something to be read carefully. All Hindus have nothing to do with the RSS and are not its supporters or sympathisers. They belong to different cultures, different traditions, have different food habits.**

**2-What happens if the RSS pushes its agenda of a Hindu Rashtara?**

**It is not possible and when I say not possible, I mean there will be lost of resistance. If India declared itself a Hindu Rashtara, it will not progress.There will certainly be resistance by Hindus themselves in different parts of the country. They will be the biggest hurdle.**

**A large number of people do not want a Hindu Rashtara at all. Today there may only be a few people who are vocal against it. {The Shiromani} Akali Dal in Punjab will never want a Hindu Rashtara. It will not support it.**

**Minorities, not only Muslims, but Christians and sikhs are also against it. Who wanted the British empire? Nobody wanted British rule. Ultimately**

**people fought against it and won.**

**3-To avoid danger of 2019, I would suggest that Opposition parties come together.**

**4-BJP leaders including Union ministers have said, Muslims should no longer be treated as a minority as their population has grown?**

**Not only Muslims, Christians, Jains. Sikhs are religious minorities. They are minorities because they belong to different religious with a population less than the majority community.**

**There is no question that Muslims will not be minorities in India. If we remove the minority tag from Muslims, then we cannot be a member of the United Nations.The International community will boycott us.**

**It has been clearly mentioned in the UN's minority council that a special commission should be set up for minorities in each country. The council also recommended a targeted approach for the upliftment of the minority communities. {Rediff.com News April 17 2017 08: 57 IST}**

(۱) جسٹس سچر نے اس انٹرویو میں خدشہ ظاہر کیا ہے کہ ۲۰۱۹ء کے لوک سبھا الیکشن میں بی جے پی کی کامیابی کے بعد آر ایس ایس{RSS} ملک کے ہندوراشٹر ہونے کا اعلان کردے گا۔اتر پردیش میں یوگی چیف منسٹر بنانا بھی اسی سازش کا ایک حصہ معلوم ہوتا ہے۔شاید سیاسی پارٹیاں اس خطرہ کو بھانپ نہیں پارہی ہیں۔

(۲) جسٹس سچر نے کہا کہ سارے ہندوؤں کا آر ایس ایس سے کچھ لینا دینا نہیں ہے،اور ہندوؤں کی ثقافت،روایت اور کھانے پینے کی عادات مختلف ہیں۔جسٹس سچر نے کہا کہ آر ایس ایس اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکے گا،کیونکہ بہت سے ہندو بھی ’’ہندوراشٹر‘‘ نہیں چاہتے۔اور صرف مسلمان ہی نہیں،بلکہ سکھ اور عیسائی بھی اس کی مخالفت کریں گے۔

(۳) جسٹس سچر نے کہا کہ ۲۰۱۹ء کے خطرہ سے بچنے کے لیے وہ تجویز دیں گے کہ تمام مخالف سیاسی پارٹیوں کو ایک ساتھ آجانا چاہئے۔

(۴) سوال ہوا کہ بی جے پی کے بہت سے ارکان چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو اقلیتی طبقہ قرار نہ دیا جائے،کیونکہ ان کی آبادی بڑھتی جارہی ہے؟

جسٹس سچر نے جواب دیا کہ صرف مسلمان ہی نہیں،بلکہ عیسائی،جین اور سکھ بھی اقلیت ہیں،کیونکہ ان کی آبادی اکثریتی طبقہ سے کم ہے۔اگر ہم مسلمانوں کو اقلیت قرار نہ دیں گے تو ہم اقوام متحدہ کے ممبر نہیں رہ سکتے،عالمی برادری ہمارا بائیکاٹ کرے گی۔اقوام متحدہ مائناریٹی کمیشن یہ بات واضح طور پر بیان کرچکا ہے کہ ہر ملک میں اقلیتوں کے لیے ایک خصوصی کمیشن قائم کیا جانا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ جہاں بھر کے مسلمانوں کی جان ومال،عزت وآبرو کی حفاظت فرمائے۔آمین بحرمۃ النبی الامین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

خضر راہ

# سپریم کورٹ کا ''اسلامی فیصلہ''؟

از: صادق رضا مصباحی (ممبئی)

**اس کالم میں قارئین ودانشوران ملت کے مختلف مسائل پر خیالات اور حاصل مطالعہ وغیرہ شامل کیے جاتے ہیں۔ (ادارہ)**

**نر بھیا کیس کے مجرموں کی پھانسی کی سزا کی تصدیق کر کے عصمت دری کی اسلامی سزا کو نادانستہ طور پر قبول کرنے والی سپریم کورٹ طلاق ثلاثہ اور یکساں سول کوڈ پر ایک نہ ایک دن تھک ہار کر وہی کہے گا جو اسلام کہتا آ رہا ہے۔**

میڈیکل کی طالبہ نر بھیا کی اجتماعی عصمت دری اور اس کی دردناک موت کے مجرمین کی پھانسی کی سزا پر جوں ہی سپریم کورٹ نے اپنا مہر ثبت کیا تو پورے ملک سے واہ واہ کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور اس فیصلے کو انصاف کے تقاضوں کے مطابق قرار دیا جانے لگا۔ میں سوچنے لگا کہ انسان فطرت سے چاہے کتنی بھی بغاوت کر لے، مگر اسے راحت فطرت کے دامن ہی میں ملتی ہے۔ آج ملک میں ہندتو کے پرستاران، اسلامی تعلیمات کے خلاف اپنی بھڑاس نکال رہے ہیں اور بی جے پی حکومت پورے ملک کو ہندتو کے رنگ میں رنگنے کے ہزار جتن کر رہی ہے، مگر اسے آنا وہیں ہے، جہاں فطرت اسے لے جانا چاہتی ہے۔ زانیوں کی سزا موت ہی ہونی چاہیے، یہی قانون فطرت ہے۔ یہ بات دنیا کی عدالتوں کو آج سمجھ میں آئی ہے، مگر اسلام قریباً ساڑھے چودہ سو برسوں سے یہی سمجھاتا آ رہا ہے، لیکن چھوٹی اور سطحی عقلوں نے ہمیشہ اسے اپنے ذہنی فریم ورک میں فٹ کرنے کی کوشش کیں، مگر ناکام رہیں۔ سائنس کہتی ہے کہ دنیا اب تک اپنی عقل کا صرف پانچ فیصد حصہ ہی استعمال کر سکی ہے۔ ظاہر ہے کہ پانچ فیصد عقل والا انسان اس حکم کو کیسے سمجھ سکتا ہے جس میں سو فیصد حکمت ودانش استعمال کی گئی ہو۔ انسان بڑے گہرے مطالعے، مشاہدے اور تجربے سے جہاں پہنچتا ہے، اسلامی حکم ایک جست میں اسے وہاں پہنچا دیتا ہے۔ قرآن کریم نے زانیوں کو ساڑھے چودہ سو سال قبل ہی مجمع عام کے سامنے سنگ سار کرنے اور کوڑے مارنے کا حکم دیدیا تھا۔ اس سیاق میں سپریم کورٹ کے اس فیصلے کو دیکھیں تو یہ پھانسی بھی تقریباً ویسی ہی ہے جو اسلام صدیوں پہلے دے چکا ہے۔ پھانسی کی سزا، اسلامی حکم سنگساری اور کوڑے لگانے کے برابر تو نہیں، البتہ اس سے کچھ ملتی جلتی ضرور ہے۔ دور رسالت میں بھی زانی اور زانیہ کو مجمع عام کے سامنے سنگ سار کیا جاتا تھا، تاکہ وہ دوسروں کے لیے درس عبرت بن جائے اور سپریم کورٹ کی پھانسی کی سزا بھی دوسروں کے لیے درس عبرت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ حکومتیں کسی وجہ سے اس سزا کے عمل کو مشتہر نہیں کرتیں، تاہم پھانسی کی سزا کا اعلان اور پھر پھانسی کا عمل، یہ دونوں ہی سزا کی سنگینی، ہیبت اور انتباہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور یہی ہیبت اور انتباہ عصمت دری کے مجرمین کے لیے اسلام کا مقصود بھی ہے، تاکہ وہ مستقبل میں ایسا کام کرنے کا تصور بھی نہ کر سکیں۔ آگے بڑھنے سے قبل ایک نظر اس کیس پر بھی ڈال لیں۔

۱۶/دسمبر ۲۰۱۲ء کو رات کے قریب ساڑھے نو بجے جنوبی دہلی کے ''منیرکا'' علاقے میں ۲۳/ سالہ میڈیکل کی طالبہ نر بھیا اپنے دوست کے ساتھ پالم وہار میں واقع اپنے گھر جانے کے لیے بس کا انتظار کر رہی تھی کہ وہاں ایک سفید بس آ کر رکی، اس میں سے ایک شخص اترا اور ان

دونوں سے بس میں چڑھنے کو کہا۔ یہ دونوں بس کے لیے ہی کھڑے تھے، سوچا ہوگا کہ وہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے، مگر وہاں کچھ اور ہی ان کا منتظر تھا۔ بس میں ڈرائیور سمیت کل چھ افراد تھے۔ انہوں نے نربھیا کے ساتھ درندگی کی انتہا کردی، بس چلتی رہی اور یہ حیوان اس کی اجتماعی عصمت دری کرتے رہے۔ نربھیا چیختی رہی، مگر بے سود۔ اسے اور اس کے دوست کو وہ لوگ بری طرح مار پیٹ کر مہی پال پور فلائی اوور کے قریب پھینک کر چلے گئے اور انہیں ایک پی سی آر وین نے زخمی حالت میں صفدر جنگ اسپتال پہنچایا۔ نربھیا اسپتال میں موت و زندگی سے لڑتی رہی، پورے ملک میں ہنگامہ ہوتا رہا۔ معاملے کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے اس وقت کے وزیر اعظم من موہن سنگھ اور کانگریس صدر سونیا گاندھی اسے لے کر سنگاپور کے اسپتال گئے، جہاں ۲۹/ دسمبر کو اس نے دم توڑ دیا۔ حادثے کے مجرم ۲۹/ سالہ مکیش، ۲۲/ سالہ پون، ۲۳/ سالہ ونے شرما اور ۳۱/ سالہ اکشے کمار سنگھ کو گرفتار کیا گیا۔ ایک اور مجرم رام سنگھ نے تہاڑ جیل میں ہی خودکشی کرلی اور یوں وہ اپنے کیفر کردار تک پہنچا۔ اس جرم میں ایک نابالغ لڑکا بھی شامل تھا جو تین سال چائلڈ ہوم میں قید کیے جانے کے بعد رہا ہوگیا۔ معاملہ کورٹ پہنچا تو فاسٹ ٹریک عدالت نے مجرموں کے لیے پھانسی کی سزا تجویز کی، اس سزا کو دہلی ہائی کورٹ میں چیلنج کیا گیا اور دہلی ہائی کورٹ نے بھی ۱۴/ مارچ ۲۰۱۴ء کو ذیلی عدالت کے فیصلے کو برقرار رکھا۔ مجرموں کے وکلا نے سپریم کورٹ جانے کی ٹھانی کہ شاید کچھ نرمی مل جائے، مگر سپریم کورٹ نے بھی ۵/ مئی کو پھانسی کی سزا پر مہر لگادی۔ ماہرین کہتے ہیں کہ مجرموں کو پھانسی کی سزا ملنے میں ابھی وقت لگ سکتا ہے، اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ مجرموموں کے وکیل نے سپریم کورٹ ہی میں ریویو اور کیوریٹو پٹیشن دائر کرنے کو کہا ہے۔ اگر سپریم کورٹ نے انہیں راحت نہیں دی تو پھر وہ صدر جمہوریہ کے پاس رحم کی درخواست کرسکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ صدر جمہوریہ ہند اس پھانسی کو سزا کو معطل کردیں، مگر یہ تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ ظلم و بربریت کے ساتھ اجتماعی عصمت دری کرنے والے مجرمین کی سزا پھانسی کے سوا کچھ اور نہیں ہوسکتی۔

ملک میں ہر سال ۳۰/ ہزار سے زائد عصمت دری کے واقعات ہوتے ہیں اور یہ وہ واقعات ہیں جن کی رپورٹ پولیس اسٹیشنوں میں درج ہوتی ہے، ورنہ اس کا فیصد تو کئی گنا زیادہ ہے۔ نیشنل کرائم ریسرچ کے سروے کے مطابق عصمت دری کے واقعات میں اضافہ ہی ہورہا ہے۔ ملک میں ہر گھنٹے میں عصمت دری کا ایک واقعہ رونما ہوتا ہے اور قبائلی یا لوور کلاس کی بچیاں زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔ ہندوستان میں عصمت دری چوتھا بڑا کامن جرم ہے۔ آئین ہند کی دفعہ ۳۷۶ عصمت دری سے متعلق ہے۔ ۱۹۸۳ء سے قبل اس دفعہ کے تحت عصمت دری کے مجرمین کو زیادہ سے زیادہ ایک مہینے کی سزا دی جاتی تھی اور جب اس طرح کے کیسوں میں اضافہ ہوا تو پھر ترمیم کرکے سخت سزا تجویز کی گئی اور اسے سات سال کیا گیا اور خاص کیسوں میں دس سال کی سزا رکھی گئی۔ نربھیا کے کیس میں بھی متعلقہ شق میں ترمیم کی گئی تھی اس میں زیادہ سے زیادہ سخت سزا کی تجویز منظور ہوئی اور سپریم کورٹ نے جدید ترمیم شدہ شق کی روشنی میں پھانسی کی سزا کی تصدیق کردی۔ ۱۵/ سال قبل ۲۶/ نومبر ۲۰۰۲ء کو لوک سبھا میں اُس وقت کے نائب وزیر اعظم لال کرشن اڈوانی نے زانیوں کو سزائے موت دیے جانے کی تجویز پیش کی تھی، لیکن اس وقت ان کی تجویز کی بہت مخالفت ہوئی تھی لیکن آج جب سپریم کورٹ کے ذریعے اسی سزا کی تصدیق ہوچکی ہے تو کسی بھی طرف سے مخالفت کی کوئی بھی آواز نہیں اٹھ رہی، کیوں؟ اب زمانہ بہت آگے بڑھ چکا ہے، پندرہ سال گزر چکے ہیں، افکار میں حیرت انگیز تبدیلی رونما ہوچکی ہے اور اسلام کا بد سے بدتر دشمن بھی نادانستہ طور پر اسی کی طرف قدم اٹھا رہا ہے، جہاں اسلام اسے لے جانا چاہتا ہے۔ اس تناظر میں دیکھیں کہ آج طلاق ثلاثہ، یکساں سول کوڈ اور خواتین کے پردے کے متعلق اسلامی ہدایات پر پورے ملک میں ہنگامہ بپا کرنے، تنقیدیں کرنے اور اسے ظلم سے تعبیر کرنے والے ایک دن اسی مقام پر پہنچ جائیں گے جو اسلام کا اصل مقصود ہے، اور پھر اس وقت اسلامی تعلیمات پر اعتراض جتانے والے نام نہاد روشن خیال لوگ خاموش بیٹھ جائیں گے۔ جب ایک دن مسئلے کے حل کے لیے ہزار غور و فکر کے بعد عدالتیں بھی وہی فیصلے صادر کرنا شروع کردیں گی جو اسلام پہلے ہی صادر کرچکا ہے۔ یکساں سول کوڈ اور طلاق ثلثہ کا معاملہ سپریم کورٹ میں

پہنچ چکا ہے۔ حکومت ہند بھی طلاق ثلاثہ کے ذریعہ شریعت میں مداخلت کی خواہاں ہے اور ممکن ہے کہ جلد ہی اس سلسلے میں کوئی فیصلہ آجائے۔ اس فیصلے سے مسئلہ حل ہونے کے بجائے اور بڑھ جائے گا اور پھر ایک دن مجبور ہو کر سپریم کورٹ وہی فیصلہ دے گی جو اسلام دلوانا چاہتا ہے، کیوں کہ انسانی عقل اپنے تمام تر تجربات، مشاہدات اور مطالعات کے بعد جہاں پہنچتی ہے وہاں ہمارا دین صدیوں پہلے پہنچ چکا ہوتا ہے۔ دنیا میں جو بھی تخریب کاریاں اور جرائم ہورہے ہیں، ان کا اصل حل اسلامی تعلیمات میں ہی ہے۔ آج نہیں تو کل ان کا سد باب اسلامی تعلیمات سے ہی ہوگا۔ دنیا کی عدالتیں اور سیکولراذہان چاہے اسے اپنی عقل اور دانش کا کرشمہ قرار دیں یا اسے عصر حاضر کی مجبوری سمجھیں، مگر واقعہ یہ ہے کہ وہ بالواسطہ طور پر اسلامی تعلیمات تک ہی پہنچ رہے ہیں، چاہے وہ اسلام کا نام نہ لیں یا نہ لیں۔

کہاں ہیں ہندتو کے حامیان اور اسلام مخالف عناصر؟ ذرا وہ بھی دیکھیں کہ اسلام دھیرے دھیرے ان کی شہ رگ تک پہنچ رہا ہے۔ پورے ملک کو ہندتوا کے رنگ میں رنگنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنے والی بی جے پی حکومت، ملک بھر میں چل رہی ہندتوا کی لہر، ۲۰۱۹ء کا مرکزی الیکشن جیتنے کی تیاری، جولائی میں صدر جمہوریہ ہند کی کرسی پر آر ایس ایس کے اہل کار کو بٹھانے کی تگ ودو، جگہ جگہ گائے کے نام پر مسلمانوں کا قتل، ذبیحے یا چھوٹی چھوٹی باتوں پر مسلمانوں کی زندگی اجیرن کرنے والا ماحول بنانے والے کیا یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ ملک سے اسلام کو باہر نکال دیں گے؟ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ظلم و بربریت، ناانصافیوں اور امن وامان کے لیے ترس رہی دنیا اب اپنی فطرت کی تلاش میں ہے۔ اسی لیے دنیا والے غیر محسوس طور پر اسلام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ قانونِ قدرت ہے کہ انسان کو سکون فطری زندگی گزارنے سے ہی مل سکتا ہے۔ خدا نے انسان کا ذہنی اور جسمانی شاکلہ اس طور پر تخلیق کیا ہے کہ وہ زیادہ دنوں تک خلاف فطرت کام کر ہی نہیں سکتا، تھک ہار کر اسے فطرت کے سامنے سر جھکانا ہی ہے اور فطرت کا اسلام سے بڑا گہرا رشتہ ہے، ایسا رشتہ کہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ ذہن سے ایک سوال جھانک رہا ہے کہ کیا ایسے حالات میں دشمن، اسلام کی پناہ میں آجائے گا؟ ممکن ہے ایسا ہو جائے، بس ہم اپنا رویہ بدل لیں اور خدا سے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔

# ماہ رمضان المبارک کا احترام اور تقاضوں کی بجا آوری

## غلام مصطفیٰ رضوی (نوری مشن مالیگاؤں)

ماہ رمضان المبارک کی بہاریں جلوہ نما ہیں۔ ہر سال یہ موسمِ بہار آتا ہے۔ اپنی برکتیں لٹاتا ہے۔ سعادتوں کے توشے بٹتے ہیں۔ رحمتوں کی بادِ بہاری چلتی ہے۔ برکتوں سے دامنِ مراد بھر بھر جاتے ہیں۔ اس کی ہر ساعت افضل، ہر لمحہ قیمتی، ہر گھڑی نور نور۔ ایسے ماہِ مبارک کو غنیمت جانتے ہوئے اس کی عطا پر اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں۔ اس کے حقوق کی ادائیگی کو وطیرہ بنائیں۔ اس ضمن میں چند نکات درج کیے جاتے ہیں جن پر عمل آوری سے ہم دارین کی سعادتیں پاسکتے ہیں، آخرت کو سنوار سکتے ہیں اور عروج کی منزل پاسکتے ہیں۔

[۱] اللہ تعالیٰ نے ہمیں قسم قسم کی نعمتوں سے نوازا۔ ان میں ایک عظیم نعمت ماہِ رمضان ہے۔ اس لیے اس کے ادب واحترام میں کوئی کمی نہ آنے دیں۔ ادب سے زندگی کا وقار ہے۔ ادب سے خوش عقیدگی کی بہار ہے۔ ادب ہی شرف وفضل کے مقامِ بلند پر فائز کرتا ہے۔ اس لیے رمضان المبارک کے فیوض وبرکات سے سرفرازی کے لیے اکرام واحترام کا مظاہرہ کیجیے۔

[۲] تقویٰ کی راہ اپنایے۔ اس لیے کہ ماہِ رمضان کا مقصد بھی تقویٰ کا جوہر عطا کرنا ہے۔ روزہ تقوے والی زندگی کی تربیت کرتا ہے۔ روزہ باطنی تطہیر کا ساماں مہیا کرتا ہے۔ روزہ تزکیۂ روح، تعمیرِ باطن، اصلاحِ قلب، تعمیرِ فکر کے ذریعے متقی بناتا ہے۔ اس لیے رمضان کا حق یہ ہے کہ

اس سے تقویٰ کی فکر بیدار کی جائے۔

[۳] تزکیۂ نفس کا مرحلۂ شوق ہے رمضان المبارک۔ نفس- گناہوں کی عادت سے بڑا سخت ہوجاتا ہے، معاذاللہ! نیکیوں سے رغبت نہیں رہتی۔ روزہ روح کا علاج اور نفس کا محاسبہ کرتا۔

اللہ کے نبی سے
فریاد ہے نفس کی بدی سے
دن بھر کھیلوں میں خاک اُڑائی
لاج آئی نہ ذرّوں کی ہنسی سے

اعلیٰ حضرت نے ان میں جو معروضہ پیش کیا ہے وہ احتسابِ نفس سے متعلق ہے۔ دُنیا میں رہ کر دُنیا کی رنگینی اور شرارتِ نفس سے بچ جانا یقیناً مقبولیت کی دلیل ہے۔ بندۂ مومن کے لیے ماہِ رمضان اصلاح کا پروانہ ہے جس میں باطنی تربیت سے اصلاحِ نفس کا مرحلۂ شوق طے ہوتا ہے۔ اور کامیابی کی منزل ملتی ہے۔

[۴] زکوٰۃ کا نظام معاشی اعتبار سے بہت جامع ہے۔ اس سے جہاں گداگری پر قابو پایا جاسکتا ہے، وہیں مفلسی کے شکار مسلمانوں کی دادرَسی بھی کی جاسکتی ہے۔ معاشرے کے دبے کچلے افراد کے لیے زکوٰۃ ایک ایسا سہارا ہے جس کے ذریعے خود کفیل زندگی گزاری جاسکتی ہے۔ ماہِ صیام میں ثواب کی زیادتی کی وجہ سے بڑی تعداد میں مسلمان زکوٰۃ نکالتے ہیں۔ حالاں کہ اصولاً مالکِ نصاب پر نصاب کی مدت جب بھی پوری ہو، زکوٰۃ نکالنی ضروری ہے۔ بہر کیف جن کے یہاں زکوٰۃ ماہِ صیام میں ہی نکالنے کی روایت ہے انھیں چاہیے کہ مستحقین کا جائزہ لے لیں۔ بڑی تعداد ان افراد کی بھی ہوتی ہے جو اہل ہوتے ہوئے بھی سوال نہیں کرتے اور صبر اختیار کر کے اپنی حاجت چھپاتے ہیں۔ ایسے افراد تک مدد پہنچائی جائے۔ زکوٰۃ دینے کا عمل احسان کے بجائے رضائے الٰہی کی خاطر انجام پذیر ہو۔ زکوٰۃ کے اہل غیر اقامتی تعلیمی اداروں کے مقابل اقامتی اداروں کو ترجیح دی جائے۔ مفلوک الحال رشتہ داروں، متعلقین کا خاص خیال رکھا جائے۔

[۵] اللہ تعالیٰ ماہِ صیام میں رزق میں خاص برکت نازل فرماتا ہے۔ دسترخوان کشادہ ہوجاتا ہے۔ انواع واقسام کی نعمتیں زینت بنتی ہیں۔ ان نعمتوں میں غربا کو بھی شامل کریں۔ جو انواع واقسام کے کھانوں سے محروم ہیں انھیں بھی حق دار سمجھتے ہوئے لذتِ کام ودہن کا موقع مہیا کریں۔

[۶] معاشرے میں ایسے افراد تلاش کریں جو بیمار ہوں یا ضعیف وناتواں۔ ان کے علاج کی کفالت کریں۔ ان کے لیے دوا کا نظم کریں۔ ویسے بھی بیماری میں مبتلا انسان یاسیت کا شکار ہوتا ہے؛ اگر ایسوں کو سہارا دے دیا جائے تو گویا- ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل گیا۔

[۷] رمضان المبارک میں نمازوں کی پابندی بھی خوب ہوتی ہے، اسے پورے سال بلکہ ساری زندگی برقرار رکھنے کے لیے عزم کریں۔

[۸] ہم نمازوں سے بڑی کوتاہی کرتے ہیں، اس لیے حساب لگائیں تو یقیناً قضا نمازیں ذمہ میں آئیں گی، الا ماشاء اللہ۔ اس لیے شبِ رمضان میں قضا نمازوں کی ادائیگی کا اہتمام بھی کریں۔ کوشش کریں کہ جو نمازیں باقی ہوں وہ جلد از جلد ادا ہوجائیں، تاکہ ہم صاحبِ ترتیب بن جائیں اور آئندہ ہر نماز وقت پر باجماعت صحیح صحیح فکر کے حامل امام کی اقتدا میں ادا کریں۔

[۹] اوقاتِ سحر وافطار میں احتیاط سے کام لیں۔ بعض کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اذانِ فجر تک وقتِ سحر رہتا ہے، یہ غلط ہے۔ اذانِ فجر نماز کے لیے ہے نہ کہ ختمِ سحر کے لیے۔

[۱۰] تراویح بڑی بابرکت نماز ہے۔ اس سے کوتاہی نہ کریں۔ آج یہ بہانہ تراش لیا گیا ہے کہ ۶ ردن یا ۱۰ ردن یا شبینہ پڑھ لیں تو بری الذمہ ہوجائیں گے، جب کہ رمضان کی ہر شب میں ۲۰ ررکعت تراویح کی نماز سنتِ مؤکدہ ہے جس کی پاس داری بہر حال ضروری ہے۔

[۱۱] حقوق العباد کی ادائیگی بھی کریں۔ ورنہ ہم عبادتوں کے پابند تو کہلوالیں گے لیکن حقوق ذمہ باقی ہوں گے تو آخرت میں مواخذہ ہوگا۔

[۱۲] روزہ میں صبر کا مظاہرہ کریں، غصہ سے روزے کا فیض کم ہونے کا اندیشہ ہے۔ دوسروں پر روزے کا اثر ظاہر کرنے کے بجائے نارمل سلوک کریں تا کہ آپ کے صبر کا اظہار بھی ہو اور روزے کے برکات بھی حاصل ہوں۔ اللہ کریم عملِ صالح کی توفیق دے۔ اپنی اور اپنے پیارے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا و خوش نودی والی زندگی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

# عید سعید کی خوشیاں

مصطفیٰ رضا غوثی، متعلم جامعہ ضیائیہ فیض الرضا، ددری، سیتامڑھی (بہار)

عید الفطر کا دن فرحت و سرور منانے اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے، کیوں کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: رمضان المبارک کا پہلا عشرہ رحمت کا ہے، دوسرا مغفرت کا اور تیسرا جہنم سے آزادی کا ہے۔ (الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۶۴)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جب عید الفطر کی مبارک رات آتی ہے تو اسے لیلۃ الجائزہ یعنی انعام کی رات سے پکارا جاتا ہے۔ پھر جب عید کی صبح نمودار ہوتی ہے تو اللہ عزوجل فرشتوں کو زمین پر بھیج دیتا ہے جو ساری گلیوں، کوچوں اور راہوں میں پھیل کر آواز لگاتے ہیں۔ اے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی امت! اس رب کریم کی طرف چلو جو بہت ہی زیادہ عطا کرنے والا اور بڑے سے بڑا گناہ معاف فرمانے والا ہے۔ پھر ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔ اے میرے بندو! مانگو، کیا مانگتے ہو۔ میری عزت و جلال کی قسم! آج کے روز کے اس اجتماع (نماز عید) میں اپنی آخرت کے بارے میں جو کچھ سوال کرو گے، وہ پورا کروں گا اور جو کچھ دنیا کے بارے میں مانگو گے، اس میں تمہاری بھلائی کی طرف نظر فرماؤں گا (یعنی اس معاملے میں وہ کروں گا جس میں تمہاری بھلائی ہو کہ بسا اوقات انسان وہ چیز مانگنے لگتا ہے کہ جس میں اس کے لیے نقصان ہو) میری عزت کی قسم! جب تک تم میرا لحاظ رکھو گے، میں بھی تمہاری خطاؤں پر پردہ پوشی فرماتا رہوں گا۔ میری عزت و جلال کی قسم! میں تمہیں حد سے بڑھنے والوں (مجرموں) کے ساتھ رسوا نہ کروں گا پس اپنے گھروں کی طرف مغفرت یافتہ لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر لیا میں بھی تم سے راضی ہو گیا۔ (الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۳۰)

ہم اللہ تعالیٰ کے انہیں انعام و اکرامات، فضل و کرم پر عید کے دن خوشیاں مناتے ہیں اور شکرانے کے طور پر دو رکعت نماز بھی پڑھتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا'' (سورہ یونس: آیت ۵۸) ترجمہ: تم فرماؤ اللہ عزوجل ہی کے فضل اور اسی کی رحمت ہے، اس پر چاہیے کہ خوشی کریں۔

عید کی صحیح خوشی کا مطلب یہی ہے کہ اچھا کھانے اور پہننے کے ساتھ عبادات و ریاضات اور صدقات و خیرات کی کثرت کی جائے۔ اچھا کھانے اور پہننے کا حکم اس لیے ہے کہ بندہ اس دن اللہ تعالیٰ کا مہمان ہوتا ہے، اسی لیے اس دن کا روزہ بھی حرام کر دیا گیا ہے، اور مہمان اچھا کھاتا بھی ہے اور اچھا پہنتا بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام اچھا کھاتے بھی تھے اور اچھا پہنتے بھی تھے۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رقم طراز ہیں: حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام عید کے دن خوبصورت اور عمدہ لباس زیب تن فرماتے۔ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک حلۂ فاخرہ تھا جو عید کے موقع پر شعار اسلام یعنی عید سعید کے اعزاز کے لیے زیب تن فرماتے۔

حلہ جوڑے کو کہا جاتا ہے اور کبھی آپ سبز و سرخ دھاری دار چادر جو یمن کی تھی اوڑھ لیا کرتے اور آپ کی عادت کریمہ تھی کہ عید کے دن عید گاہ جانے سے پہلے چند کھجوریں تناول فرما لیا کرتے، جن کی تعداد طاق عدد ہوا کرتی کیوں کہ روزہ سے نگاہ کمزور ہوتی ہے، جب کہ میٹھی

چیزوں سے نگاہ کو تقویت پہنچتی ہے طاق کی رعایت اس لیے فرماتے کہ اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو پسند فرماتا ہے۔ اور آقائے دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مالک نصاب پر صدقۂ فطر بھی اسی لیے واجب فرمایا ہے، تا کہ غربا اور مساکین بھی اچھا کھانا کھا کر اور اچھا پہن کر عید کی خوشیوں میں شریک ہوسکیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: حضور علیہ السلام نے صدقۂ فطر اسی لیے واجب فرمایا ہے، تا کہ لغو اور بے ہودہ کام سے روزہ کی طہارت بھی ہو جائے اور مساکین کے خورد و نوش کا انتظام بھی۔ (مشکوٰۃ ص ۱۶۰)

اگر عمدہ کھانا اور لباس فاخرہ دستیاب نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی اور عبادت و ریاضت ہی میں عید کی خوشیاں پنہاں ہیں اور ایسے افراد کے لیے عبادات و ریاضات میں مشغول رہنا اپنے مولیٰ کی خوشنودی طلب کرنا ہی عید کی خوشیاں منانا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عید کے دن اپنے فرزند کو پرانے کپڑے میں ملبوس دیکھا تو رو پڑے۔ بیٹے نے عرض کیا۔ ابا جان! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا۔ بیٹا! مجھے اندیشہ ہے کہ جب دوسرے بچے تجھے اس پھٹے پرانے لباس میں دیکھیں گے تو تیرا دل ٹوٹ جائے گا۔ اس پر بیٹے نے بڑا ہی پیارا جواب دیا۔ ابا جان! دل تو اس کا ٹوٹے گا جس نے رب کائنات کی خوشنودی کو نہ پایا ہو، یا ماں باپ کی نافرمانی کی ہو، لیکن مجھے امید ہے کہ آپ کی خوشنودی کے طفیل اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے راضی ہوگا۔ بیٹے کے اس جواب پر حضرت عمر رو پڑے، پھر اس کو سینے سے لگا کر بہت سی دعاؤں سے نوازا۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۱۰۷)

یہ ہے عمر فاروق اعظم کے فرزند کی عید سعید کہ جس کی خوشیاں انہوں نے پھٹے پرانے لباس میں ملبوس ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری سے معمور ہوتے ہوئے منائیں۔ اس ظاہری غربت کی جھلک یہاں بھی ملتی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہزادیاں عید سے ایک دن پہلے آپ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں۔ ابا جان! کل عید کا دن ہے، ہم کون سے کپڑے پہنیں گی؟ آپ نے فرمایا۔ جن کپڑوں کو تم نے پہن رکھا ہے، انہیں کو آج دھو لو اور کل پہن لینا۔ بچیوں نے عرض کیا۔ نہیں ابا جان! آج ہمیں نئے کپڑے بنوا دیں تو آپ نے فرمایا۔ اے میری بچیو! عید کا دن اللہ کی عبادت کرنے اور اس کا شکریہ ادا کرنے کے لیے ہوتا ہے، نئے کپڑے پہننا ضروری تو نہیں۔ بچیوں نے عرض کیا۔ ابا جان! آپ کی بات صحیح ہے، لیکن کل جب ہماری سہیلیاں ہمیں پرانے لباس میں دیکھیں گی تو طعنہ دیں گی کہ امیر المؤمنین کی بیٹیاں ہونے کے باوجود تم نے وہی پرانا لباس پہن رکھا ہے۔ بچیوں کی ان باتوں سے آپ کا دل بھر آیا۔ آپ نے وزیر مالیات کو بلا کر فرمایا۔ تم مجھے ایک ماہ کی تنخواہ پیشگی لا دو۔ وزیر مالیات بھی بہت نیک سیرت تھا، اس نے عرض کیا۔ حضور! کیا آپ کو یقین ہے کہ ایک مہینہ تک آپ زندہ رہیں گے۔ وزیر کے اس جواب پر آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: جزاک اللہ، تو نے بے شک عمدہ اور صحیح بات کہی۔ جب وزیر چلا گیا تو آپ نے بچیوں سے فرمایا۔ اے میری بیٹیو! اللہ و رسول کی خوشنودی پر اپنی خواہشات کو قربان کر دو۔ (معدن اخلاق ج ۱ ص ۲۵۷)

غور فرمایئے کہ آپ امیر المؤمنین تھے۔ اگر چاہتے تو اپنی بچیوں کے لیے عمدہ سے عمدہ کپڑوں کا انتظام فرما دیتے، لیکن آپ کے اندر خوف الٰہی کا یہ حال تھا کہ غیر مناسب طریقے سے حکومتی سرمائے کا ایک دانہ لینا بھی گوارا نہ تھا۔ خیال رہے کہ عید کی خوشی منانے غیر شرعی حرکات ہرگز نہ کی جائیں، جیسے خوشی منانے کے لیے عیاشی اور فحاشی کی جائے، لہو و لعب اور تماشوں سے دل بہلایا جائے، فلمی گانے سنے جائیں، فلم دیکھی جائے اور غیر شائستہ حرکات کا ارتکاب کیا جائے، کیوں کہ انعامات و اکرامات پر خوشیاں منانا منعم حقیقی کی فرماں برداری کرنے سے ہی حاصل ہوگی۔ منعم حقیقی کی نافرمانی کر کے کوئی بھی اس کے انعامات و اکرامات کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ آمین

نیا کالم

# باغ و بہار

مدارس اسلامیہ کے طلبا و طالبات اور اسکول و کالج کے اسٹوڈنٹس کی قلمی مشق و تربیت کے لیے یہ ایک مستقل کالم ہے۔اس کالم میں صرف مختصر مضامین{Short Articles} قبول کیے جائیں گے، جو عام فہم ہوں۔مضمون نگار اپنا نام، ولدیت، سکونت، تعلیم گاہ اور درجہ/کلاس کی تفصیل بھی درج کرے۔''باغ و بہار'' کے مضامین اس ای میل پر بھیجیں۔(ادارہ) tariqueanwer313@gmail.com

## زندگی کی تلاش

صبیحہ نوری بنت منیف عالم رضوی، مرغیا چک سیتامڑھی (بہار) کلاس نہم: سنچیما گرل اسکول، بھدراوتی ضلع شیموگہ (کرناٹک)

ایک عربی دانشور کا قول ہے کہ چھ قسم کی عورتوں سے شادی نہیں کرنی چاہئے۔(۱) انانہ: زیادہ رونے والی عورت- جو ہر وقت روتی اور کراہتی رہتی ہو۔یعنی جو دائم المرض ہو یا ہر وقت مریض بنی رہے (۲) حنانہ: کسی اور کی طرف میلان رکھنے والی عورت، جو اپنے پہلے شوہر کی طرف یا کسی غیر کی جانب مائل رہے (۳) منانہ: احسان جتلانے والی عورت، جو اپنے شوہر پر احسان جتلائے کہ میں نے تمہارے لیے یہ کیا، وہ کیا (۴) حلاقہ: ایسی عورت جو اپنے شوہر کو خریداری کے لیے تنگ کرے۔ہر طرف نظر اٹھائے، جو اسے پسند آجائے، اس کے لیے شوہر کو پریشان کرے۔تنگ حالات میں بھی اپنی خواہشات پر قابو نہ رکھے (۵) براقہ: چہرہ چمکانے والی عورت، جو عورت ہر وقت زیب و زینت میں مشغول رہے، تاکہ خوبصورت دکھائی دے۔لوگوں کی نظروں میں بھلی دکھے (۶) شداقہ: منہ پھٹ اور بکواس کرنے والی عورت، جو ہر وقت بکتی رہے۔بات بات پر جھگڑتی ہو۔نہ گھر کا کام کاج کرے، بلکہ فارغ رہنا پسند کرے اور اپنی مرضی کی زندگی گذارے۔

ان چھ قسم کی عورتوں میں برکت نہیں ہوتی، لہٰذا ایسی عورتوں سے شادی سے پرہیز کرنا چاہئے۔اسی طرح عورتوں کو اوپر بیان کی ہوئی غلط عادات و اطوار سے خود کو محفوظ رکھنا چاہئے۔ایک اچھی بیوی کے اندر چار خوبیاں ہونی چاہئے۔(۱) اس کے چہرے پر حیا ہو (۲) اس کی زبان میٹھی ہو (۳) اس کے دل میں نیکی ہو (۴) اس کا ہاتھ کام کاج میں مصروف رہے۔

اس مضمون کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اس قسم کی عورتوں سے مردوں کو نفرت دلائی جائے، بلکہ یہ مقصد ہے کہ عورتیں اس قسم کی غلط عادتوں سے پرہیز کریں۔عورت گھر کا سکون اور محافظ و امین ہوتی ہے۔اسی طرح عورت ماں کی حیثیت سے اپنی اولاد کے لیے پہلی معلّمہ ہوتی ہے۔جب ماں کے اخلاق و کردار عمدہ ہوں گے تو لامحالہ اس کے عمدہ اثرات بچوں پر بھی پڑیں گے۔کیوں کہ ماں باپ کے ظاہر و باطن کا عکس اولاد میں نظر آتا ہے۔پرانے زمانے سے لوگ کہتے آرہے ہیں۔ ع/ باپ پر پوت پتا پر گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا

## کرو مہربانی تم اہل زمیں پر

محمد فیضان رضا بن منیف عالم رضوی، مرغیا چک سیتامڑھی (بہار) کلاس ہشتم: کنکا انگلش میڈیم اسکول، بھدراوتی ضلع شیموگہ (کرناٹک)

ایک نوسالہ بچہ اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھا ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے نہ جانے کیا مانگ رہا تھا؟ اس کے کپڑوں میں پیوند لگے تھے، لیکن کپڑے صاف ستھرے تھے۔ اس کے ننھے ننھے سے گال آنسوؤں سے بھیگ چکے تھے۔ بہت سے لوگ اسی کی طرف متوجہ تھے۔ وہ سب سے بے خبر رب تعالیٰ سے مناجات میں مشغول تھا۔ جیسے ہی وہ اٹھا، ایک اجنبی نے بڑھ کر اس کا ننھا سا ہاتھ پکڑا، اور پوچھا۔ اللہ تعالیٰ سے آپ کیا مانگ رہے تھے؟ اس چھوٹے سے کم عمر بچے نے کہا کہ میرے ابو کا انتقال ہو گیا ہے، ان کے لیے جنت۔ میری امی ہر وقت روتی رہتی ہے، ان کے لیے صبر۔ میری بہن، ماں سے کپڑے مانگتی ہے، اس کے لیے رقم۔ یہ جواب سن کر اجنبی نے سوال کیا۔ کیا آپ اسکول جاتے ہیں؟ بچے نے کہا۔ ہاں، جاتا ہوں۔ اجنبی نے دریافت کیا۔ آپ کس کلاس میں پڑھتے ہیں؟ بچے نے جواب دیا۔ نہیں، انکل! میں پڑھنے نہیں جاتا۔ ماں چنے بنا دیتی ہے، وہ اسکول کے بچوں کو فروخت کرتا ہوں۔ بہت سے بچے مجھ سے چنے خریدتے ہیں۔ ہمارا یہی کام دھندا ہے۔ بچے کا ایک ایک لفظ سامعین کی روحوں میں اترتا جا رہا تھا۔

کیا تمہارا کوئی رشتہ دار ہے؟ اجنبی نہ چاہتے ہوئے بھی بچے سے پوچھ بیٹھا۔ بچے نے کہا۔ امی کہتی ہیں کہ غریب کا کوئی رشتہ دار نہیں ہوتا۔ امی کبھی جھوٹ نہیں بولتیں۔ لیکن انکل! جب ہم کھانا کھا رہے ہوتے ہیں اور میں کہتا ہوں۔ امی! آپ بھی کھانا کھاؤ تو وہ کہتی ہیں کہ میں نے کھالیا ہے۔ اس وقت لگتا ہے کہ وہ جھوٹ بول رہی ہیں۔ اجنبی نے کہا۔ بیٹا! اگر گھر کا خرچ مل جائے تو تم پڑھو گے؟ بچے نے کہا: بالکل نہیں، کیوں کہ تعلیم حاصل کرنے والے غریبوں سے نفرت کرتے ہیں۔ ہمیں کسی پڑھے ہوئے نے کبھی نہیں پوچھا۔ وہ ہمارے پاس سے گذر جاتے ہیں۔ اجنبی یہ سن کر حیران و پریشان ہو گیا۔ بچے نے کہا کہ میں ہر روز اس مسجد میں آتا ہوں، کبھی کسی نے نہیں پوچھا۔ یہاں آنے والے تمام لوگ میرے والد کو جانتے تھے، مگر ہمیں کوئی نہیں جانتا۔ بچہ رونے لگا اور کہا۔ انکل! جب باپ مر جاتا ہے تو سب اجنبی بن جاتے ہیں؟ بچے کے اس سوال کا جواب کسی کے پاس نہ تھا۔ سب لوگ خاموش تماشائی بنے کھڑے تھے۔ پھر یکے بعد دیگرے لوگ وہاں سے نکلنے لگے۔

اے مسلمانو! ایسے کتنے لاچار و مجبور ہوں گے، جو حسرتوں سے زخمی ہیں۔ آپ اپنے آس پاس موجود ضرورت مندوں، بے سہاروں اور یتیموں کی تلاش کر کے ان کی مدد کریں۔ جس طرح آپ مدرسوں اور مسجدوں میں سیمنٹ کی تھیلی بھیجتے ہیں، اسی طرح ان غریبوں کے یہاں آٹے اور چاول کے تھیلے بھی بھیجیں، تاکہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام کو نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

# ایک کتے کا عشق رسول اور تاتاریوں کا قبول اسلام

غلام حسین بن خلیل احمد (سدلگٹہ، کرناٹک) درجہ رابعہ: جامعہ حضرت بلال ٹیانری روڈ (بنگلور)

مشہور محدث علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ منگولوں (تاتاریوں) میں سے ایک حاکم عیسائی ہو گیا تو ایک بار اس کے پاس عیسائیوں اور تاتاریوں کے اکابرین (بڑے لوگ) جمع ہوئے، پس انہیں میں سے ایک آدمی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص کرنے لگا اور وہاں ایک شکاری کتا بندھا ہوا تھا، پس جب اس کی بدگوئی بڑھ گئی تو وہ کتا اس پر جھپٹا اور اسے نوچ ڈالا۔ لوگوں نے اس آدمی کو کتے سے چھڑایا اور بعض حاضرین نے کہا۔ یہ حادثہ آپ کی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدگوئی کی وجہ سے ہوا۔ اس آدمی نے کہا۔ ہرگز نہیں، بلکہ یہ کتا ایک غیرت مند کتا ہے، اور میں برابر اپنے ہاتھ سے اشارہ کر رہا تھا تو اس نے سمجھا کہ میں اسے مارنا چاہتا ہوں (اس لیے وہ مجھ پر کود پڑا)، پھر وہ آدمی اپنی گفتگو کی طرف واپس آ گیا (اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدگوئی کرنے لگا) پس جب اس آدمی کی بات لمبی ہوئی تو کتا دوسری مرتبہ کودا، اور اس آدمی کے حلق کو پکڑا، اور اسے اکھاڑ ڈالا، اس کی وجہ سے وہ آدمی اسی وقت مر گیا۔ اس

واقعہ کو دیکھ کر قریباً چالیس ہزار منگولوں (تاتاریوں) نے مذہب اسلام قبول کرلیا۔ یہ واقعہ سال ۷۲۰ھ میں پیش آیا۔(الدرالکامنۃ فی اعیان المأۃ الثامنۃ ج ۴ص ۱۵۳)

دوستو! اس مجلس میں کوئی مسلمان تو نہ تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک کتے کے ذریعہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت وحرمت کی حفاظت فرمائی۔ اسی طرح یہ بھی دیکھا جائے کہ جب ایک حیوان کو بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین و بے ادبی برداشت نہ ہوسکی تو جو مسلمان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتا ہے، اس کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گستاخی و بے ادبی کیسے برداشت ہوسکتی ہے۔ اسی لیے جب کبھی کسی نے ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کی تو کسی نہ کسی عاشق رسول نے اسے ہلاک کردیا۔ آج ہمارا ایمان اتنا کمزور ہو چکا ہے کہ ہم بدمذہبوں سے دوستی کرتے پھرتے ہیں، ان کے ساتھ راہ ورسم پیدا کرتے ہیں۔ حالانکہ احادیث کریمہ میں ایسے لوگوں سے جدا رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر کوئی ہمارے والدین کو یا کسی قریبی رشتہ دار کو برا بھلا کہہ دے تو ہم اس سے رشتہ توڑ لیتے ہیں، لیکن اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخوں سے رشتہ جوڑتے پھرتے ہیں۔ ہمارا ایمان کتنا کمزور ہو چکا ہے۔ اس کتے سے سبق سیکھیں کہ اس نے انسانوں کے بھرے مجمع میں گستاخ رسول کو جہنم تک پہونچا دیا، حالانکہ وہ بندھا ہوا تھا، کہیں بھاگ نہیں سکتا تھا، اس کے باوجود اس نے اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر دشمن رسول کو کیفر کردار تک پہونچا دیا۔ ایسے موقع پر لوگ کتا کو ہلاک بھی کرسکتے تھے، لیکن وہ کتا تو عشق رسول میں دنیا ومافیہا سے غافل ہو چکا تھا۔ جب گستاخ رسول کو دیکھا تو میدان میں کود پڑا۔ آج کے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنا محاسبہ کریں۔

# اپنی حفاظت خود کریں

سدرہ فاطمہ بنت عطاء المصطفیٰ عالم شمسی (توپسیا، کلکتہ) کلاس پنجم: الیٹی ہال پبلک اسکول (بنیا پوکھر، کلکتہ)

(۱) گرم پانی میں کپڑوں کو دھلنے سے کپڑوں میں موجود جراثیم مرجاتے ہیں (۲) کوکا کولا، پیپسی وغیرہ شوگر کو بڑھاتا ہے اور انسانی صحت کو نقصان پہونچاتا ہے (۳) ہر ہفتہ گرم پانی سے بیڈ شٹ دھلنا چاہئے، تاکہ اس میں پائے جانے والے جراثیم مرجائیں (۴) انسانی جسم پر ایک ہزار قسم کے بیکٹیریا پائے جاتے ہیں، ان میں اچھے اور برے دونوں طرح کے ہوتے ہیں۔ اچھے بیکٹیریا کو پانی اور صابن کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ہم دو دن تک نہ نہائیں تو اچھے جراثیم مرنے لگتے ہیں اور برے جراثیم بڑھنے لگتے ہیں، لہٰذا ہمیں ہر دن نہانے کی عادت ڈالنی چاہئے (۵) پلاسٹک کے برتن میں کھانا، پینا نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ پلاسٹک بی پی اے {Bisphenol A *BPA} کیمیکل سے بنتا ہے، یہ کیمیکل کھانے، پینے کی چیزوں میں مل جاتا ہے، اور انسانی صحت کو نقصان پہونچاتا ہے۔

(۶) اگر آپ موٹاپا، کینسر، شوگر اور ہارٹ اٹیک سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں تو چینی کھانا چھوڑ دیں۔ چینی کی جگہ گڑ استعمال کریں، یہ انسانی صحت کے لیے مفید ہے (۷) کریلا شوگر، دل کے امراض، کولیسٹرول اور گردے کی پتھری سے انسان کو محفوظ رکھتا ہے، یہ خون کو بھی صاف کرتا ہے (۸) لہسن خون کو پتلا کرتا ہے، بلڈ پریشر کو کنٹرول کرتا ہے اور انسان کو ہارٹ اٹیک سے محفوظ رکھتا ہے (۹) پیاز سے جسم میں ہونے والی جلن دور ہوتی ہے، بلڈ شوگر اور کولیسٹرول کو کنٹرول میں رہتا ہے۔ کینسر سے حفاظت ہوتی ہے۔ رات کو سونے سے پہلے پیاز کو گول لچھے کی شکل میں کاٹ کر ایک موٹا لچھا پاؤں کے تلوا کے بیچ رکھ کر موزہ پہن لیں اور سوجائیں۔ اس سے آپ کے جسم میں پائے جانے والے تمام نقصاندہ جراثیم رات بھر میں ختم ہوجائیں گے، اور خون بھی صاف ہوجائے گا (۱۰) سونے سے پہلے رات کو ایک تیز پتہ کمرہ میں جلانے سے بہت پرسکون نیند آتی ہے۔ تیز پتہ کو کسی کٹوری میں جلالیں، پھر اسے پندرہ منٹ کے لیے کمرہ میں لاکر رکھ دیں۔ تیز پتہ کی خوشبو کمرہ میں پھیل جائے

گی۔آپ بھی وہیں پر بیٹھ جائیں،اس سے آپ کو سکون محسوس ہوگا اور ٹینشن دور ہوگا۔مرگی کے مرض کے لیے بھی تیز پتہ کا دھواں ایک بہترین دوا ہے۔تیز پتہ کو جلا کر رکھنے سے لال بیگ {Cockroach} بھی بھاگ جاتا ہے۔

(۱۱) کینسر کا علاج: روزانہ آدھا پاؤ کھجور کھائیں،ان شاء اللہ تعالیٰ کینسر سے محفوظ رہیں گے (۱۲) اگر گھر میں چیونٹیاں بہت آتی ہوں تو لیموں کا عرق چیونٹیوں کے راستوں میں چھڑک دیں اور چیونٹیوں کے سوراخوں میں بھی کچھ عرق ڈال دیں،اسی طرح لیموں کے چھلکے کے ٹکڑے کرکے دروازوں پر رکھ دیں،چیونٹیوں کا آنا بند ہوجائے گا۔اگر گھر میں لال بیگ ہوں تو دو لیٹر پانی میں چار لیموں کا عرق نچوڑ دیں، چھلکے بھی پانی میں ڈال دیں،اس پانی سے گھر کے فرش کو دھل دیں،لال بیگ اور دوسرے کیڑے مکوڑے بھی گھر سے دور ہوجائیں گے (۱۳) ایلومینیم کے برتن میں کھانے پینے سے الزائمر (ایسی بیماری جس سے انسان کی یادداشت ختم ہوجاتی ہے) کی بیماری ہوجاتی ہے (۱۴) کپڑوں کو دھوپ میں سکھائیں،کمرہ میں کپڑوں کو سکھانے سے کمرہ کی ہوا میں نمی آجاتی ہے،جس سے سانس اور پھیھڑوں میں بیماری لگ جاتی ہے۔ کپڑوں کو دھوپ میں سکھانے سے کپڑوں کے جراثیم بھی مرجاتے ہیں (۱۵) پودینہ کا پودا ایک گملا میں لگالیں،رات کو یہ گملا سونے کے کمرہ میں رکھ دیں۔اس کی خوشبو کی وجہ سے مچھر کمرہ میں نہیں آئے گا۔اسی طرح گیندا پھول کا پودا،لہسن کا پودا،لونگ کا پودا اور تلسی کا پودا بھی مچھر کو بھگا دیتا ہے (۱۶) چائے کی عادت انسانی صحت کے لیے بہت نقصاندہ ہے۔بلڈ پریشر،دل کے مریض،خونی بواسیر اور گیس کے مریضوں کے چائے بہت مضر ہے۔چائے غذائیت نام کی کوئی چیز نہیں،کبھی کبھار چائے پی لینا مضر نہیں۔

# درود شریف کی برکتیں

محمد سمیع اختر بن کمال ملک بھھور ضلع نوادہ (بہار) کلاس چہارم: گیان بھارتی پبلک اسکول،ہسوا ضلع نوادہ (بہار)

پرانے زمانے میں ایک مسلمان اپنے ملنے جلنے والوں سے کہا کرتا: ’’حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنے سے ہر دعا قبول ہوتی ہے،اور ہر حاجت اور مراد پوری ہوتی ہے‘‘۔اور اس مسلمان کو اس بات پر بالکل یقین تھا اور اس کی برکتیں وہ اپنی زندگی میں دیکھتا رہتا تھا۔ایک یہودی اس کا پڑوسی تھا،وہ اس مسلمان کے پاس اپنی ضرورتوں کے لیے آمدورفت کرتا رہتا تھا۔وہ یہودی بھی اس مسلمان کا وہ جملہ ہمیشہ سنتا رہتا تھا۔ایک بار اس یہودی نے سوچا کہ درود شریف پر اس آدمی کے یقین کو کسی طرح توڑا جائے،اس نے ایک سازش تیار کی۔

یہودی نے زرگر (سونار) سے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی۔اسے تاکید کی کہ ایسی انگوٹھی بنائے کہ پہلے کسی کے لیے ایسی انگوٹھی نہ بنائی ہو۔سونار نے ایک عمدہ قسم کی انگوٹھی بنادی۔اس انگوٹھی کو لے کر یہودی اس مسلمان کے پاس آیا اور کہا کہ میں سفر پر جانا چاہتا ہوں اور یہ انگوٹھی آپ کے پاس امانت کے طور پر رکھنا چاہتا ہوں۔مسلمان نے کہا کہ ٹھیک ہے،آپ اپنی انگوٹھی میرے پاس رکھ دیں اور اطمینان سے سفر پر جائیں۔یہودی چونکہ پڑوسی تھا،اس لیے اسے اندازہ تھا کہ مسلمان یہ انگوٹھی کہاں رکھے گا۔یہودی رات کو مسلمان کے گھر چھپ کر داخل ہوا، اور وہ انگوٹھی اٹھا کر چل دیا۔کل صبح وہ سمندر کی طرف گیا اور کشتی میں بیٹھ کر اپنے سفر پر روانہ ہوگیا۔جب کشتی سمندر کے ساحل سے دور چلی گئی تو اس نے انگوٹھی کو سمندر میں پھینک دیا۔

کچھ دنوں کے بعد یہودی سمندری سفر سے واپس آیا اور مسلمان کے پاس جاکر اپنی امانت طلب کی۔مسلمان نے کہا کہ ابھی تم سفر سے آرہے ہو،اس لیے میرے یہاں ناشتہ کرکے جاؤ،میں آج صبح درود شریف پڑھ کر دعا کیا اور سمندر میں شکار کو گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مچھلی عطا فرمائی۔وہ مچھلی پک جائے تو تم ناشتہ بعد اپنی امانت لے کر اپنے گھر چلے جانا۔یہ کہکر مسلمان نے اپنی بیوی کو مچھلی تیار کرکے پکانے کو کہا۔اس

کی بیوی مچھلی کے ٹکڑے کرنے لگی تو اس کے پیٹ سے بعینہ اسی طرز کی انگوٹھی نکلی جیسی انگوٹھی یہودی نے امانت رکھی تھی۔ مچھلی کے پیٹ میں انگوٹھی دیکھ کر مسلمان کی بیوی نے انہیں آواز دیا، جب وہ گھر کے اندر جا کر مچھلی کے پیٹ سے نکلنے والی انگوٹھی کو دیکھا تو وہ یہودی کی انگوٹھی تلاش کرنے اس جگہ گیا، جہاں اس نے انگوٹھی رکھی تھی، لیکن وہاں انگوٹھی نہ ملی۔ وہ مسلمان مچھلی کے پیٹ کی انگوٹھی لا کر یہودی کو دیدیا اور کہا کہ تمہاری انگوٹھی تو نہ مل سکی، لیکن مچھلی کے پیٹ سے یہ انگوٹھی نکلی ہے، جو بالکل تمہاری انگوٹھی کی طرح ہے، تم اس کے بدلے یہی انگوٹھی لے لو۔

یہودی یہ انگوٹھی دیکھ کر کانپنے لگا، اس نے کہا کہ مجھے غسل کرنے کی جگہ بتائی جائے۔ اسے غسل خانہ بتادیا گیا، وہ وہاں سے غسل کر کے آیا تو مسلمان سے کہا کہ آپ مجھے کلمہ تشہد پڑھا کر مسلمان بنا لیجیے۔ مسلمان نے اسے کلمہ تشہد پڑھا کر داخل اسلام کرلیا۔ اب اس نومسلم نے انگوٹھی کا سارا واقعہ اس مسلمان کو بتادیا۔ اب اس نومسلم کو بھی یقین ہو چکا تھا کہ یقیناً درود شریف کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہر دعا قبول فرماتا ہے، اور ہر حاجت و مراد پوری فرماتا ہے۔

اب جسے خواہش ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے تو اسے دعا کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف بھی بھیجنا چاہئے، اسی طرح اگر کوئی ضرورت و حاجت اور مقصد و مراد ہو تو درود شریف پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے طلب کرے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ درود پاک برکت سے اس کی حاجت و مراد کو پوری فرمادے گا۔ ہمارا یقین جتنا پختہ ہوگا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنا اچھا بدلہ ہمیں نصیب ہوگا۔

# اخبار وحقائق

مصباح المصطفیٰ بن کمال ملک بھنور ضلع نوادہ (بہار) کلاس ہشتم: مانس پربھا پبلک اسکول، ہسوا ضلع نوادہ (بہار)

اقوام متحدہ کی عالمی تحریک یونیسکو{UNESCO} اور دوسرے تحقیقی اداروں کے اشتراک سے شائع ہونے والی ایک تازہ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ''قرآن مجید'' ہے۔ رپورٹ کے مطابق عہد حاضر میں قرآن مجید ایک سو اٹھاون (158) قدیم وجدید زبانوں میں ہر وقت پڑھا جاتا ہے۔

آج کل ٹی وی چینل والے اسلامی مسائل پر بات چیت کرنے کے لیے ایسے مسلمانوں کو اپنے پروگرام میں مدعو کرتے ہیں جو یا تو اسلامی معلومات سے بالکل خالی ہوتے ہیں، یا ان کی معلومات کافی نہیں ہوتی ہے، پھر انہیں طرح طرح سے بیجا سوالات کر کے خاموش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اسلامی مسائل پر انگلی اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ٹی وی چینل والوں کی یہ ایک منظم سازش ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے پروگراموں میں ہرگز حصہ نہ لیں۔ جن کو اسلامی مسائل کی معلومات کی ضرورت ہو، وہ دارالافتا میں آئیں یا کسی بڑے اسلامی ادارہ میں جائیں۔ ہندوستان میں بے شمار مدارس شہر درشہر موجود ہیں۔ اسی طرح بہت سے مقامات پر دارالافتا بھی موجود ہے۔

ماہ فروری و مارچ ۲۰۱۷ء میں بھارت کی پانچ ریاستوں (یوپی، اتراکھنڈ، گوا، منی پور و پنجاب) میں اسمبلی انتخابات ہوئے۔ بی جے پی کو یوپی اور اتراکھنڈ میں بڑی کامیابی ملی۔ اس سے ملک کی سیکولر پارٹیوں کو ایک بڑا سبق ملا اور سبھوں کو محسوس ہونے لگا ہے کہ سیکولر ووٹ تقسیم ہوجانے کے سبب یہ ناکامی ہوئی ہے۔ اس لیے ۲۰۱۹ء میں ہونے والے پارلیامانی انتخاب کے لیے ابھی سے تیاری شروع ہوچکی ہے۔ بہار اسمبلی الیکشن ۲۰۱۵ء کے مہاگٹھن کی طرح لوک سبھا الیکشن کے لیے سیکولر پارٹیوں کے عظیم اتحاد پر غور وفکر کا سلسلہ اور پارٹی لیڈروں کی ملاقاتیں جاری ہیں۔ نتیش کمار، لالو پرساد یادو، اکھلیش یادو، سی پی ایم، ممتا بنرجی، مایاوتی، اور دیگر لیڈران عظیم اتحاد کے حامی ہیں۔ لگتا ہے کہ چند مہینوں میں کچھ نہ کچھ نتیجہ ظاہر ہوجائے گا۔

حالیہ پانچ ریاستوں کے الیکشن کے بعد الیکٹرانک ووٹنگ مشین (ای وی ایم) میں بھی کچھ خرابیوں کا چرچا میڈیا میں چھایا رہا۔ چند لیڈروں نے چیف الیکشن کمشنر نسیم زیدی سے بھی ملاقات کی ہے۔اب الیکشن کمیشن بھی اس سلسلے میں کاروائی کرنے والا ہے۔وزارت قانون کی اطلاع کے مطابق نئی مشینوں کی خریداری میں انیس سو چالیس (1940) کروڑ یعنی قریباً بیس ارب روپے خرچ ہوں گے۔الیکشن کمیشن اور وزارت قانون کی رپورٹ کے مطابق یہ مشینیں پارلیامانی انتخاب ۲۰۱۹ء سے قبل ہی سال ۲۰۱۸ء میں حاصل کر لی جائیں گی۔

سوشل میڈیا پر یہ خبر گردش کر رہی ہے کہ یوپی میں یوگی حکومت قائم ہونے کے بعد ہندو تنظیموں نے مسلم لڑکیوں کو طلاق ثلاثہ،نکاح حلالہ، پردہ ودیگر اسلامی آداب ورسوم کے خلاف ورغلانے کے لیے اپنی حرکت تیز کردی ہے۔تعلیم یافتہ لڑکیوں سے اسلام کے خلاف بیان لے کر اسے سوشل میڈیا پر وائرل کر دیا جاتا ہے۔اسی طرح لڑکیوں کو اخلاقی راہ سے بھی دور ہٹانے کی بھی سخت کوشش کی جارہی ہے۔والدین سے گذارش ہے کہ اسکول وکالج جانے والی اپنی لڑکیوں کی صحیح نگرانی کریں۔اسی طرح اسکول وکالج کی لڑکیوں کے لیے کسی معلّمہ کا انتظام کر کے ہر علاقہ میں بعد نماز مغرب ''تعلیم بالغاں'' کا انتظام کیا جائے،تاکہ مستقبل محفوظ ہو سکے۔

ڈی ایس ایس:لالو پرساد یادو کے بڑے بیٹے تیج پرتاپ یادو ہیلتھ منسٹر (بہار) نے آرایس ایس {Rashtariya Swayamsevak Sangh *RSS} کے بالمقابل ڈی ایس ایس {Dharmanirpeksha Sevak Sangh *DSS} نامی تنظیم بنائی ہے۔اس تنظیم کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ آرایس ایس جو مذہبی دہشت گردی پھیلا رہا ہے،اس پر قابو پانے کی کوشش کی جائے۔اس طرح کی کئی تنظیمیں اور بھی ہیں،لیکن آرایس ایس کو لگام لگانے میں ناکام ہو چکی ہیں۔اب ڈی ایس ایس کا مستقبل دیکھنا ہوگا۔ممکن ہے کہ جس طرح لالو،نتیش مہاسنگھٹن نے جس طرح بہار میں بی جے پی کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا،اسی طرح ڈی ایس ایس بھی آرایس ایس کے مذموم عزائم کو ملیا میٹ کر دے۔اتر پردیش کے چیف منسٹر یوگی کے اشارہ پر ایک تحریک ''ہندو یوواواہنی'' نامی یوپی میں قائم ہوئی ہے۔یہ درحقیقت آرایس ایس کے عزائم کو آگے بڑھانے کے لیے ایک ذیلی تنظیم کی طرح ہے۔

آرایس ایس کی ایک ذیلی تنظیم ''ہندو جاگروتی سمیتی'' ملک بھر میں مساجد سے متعلق تفصیلات جمع کر رہی ہیں کہ مسجد سرکاری زمین پر تعمیر ہوئی ہے یا نجی زمین پر؟ مسجد کی تعمیر کے لیے متعلقہ اتھارٹی یعنی کارپوریشن/میونسلٹی/گرام پنچایت سے منظوری لی گئی ہے یا نہیں؟ اگر مسجد کی تعمیر غیر قانونی زمین پر ہوئی ہے یا بلا اجازت ہوئی ہے تو اسے ڈھانے کے لیے متعلقہ ریاست کے چیف سکریٹری یا متعلقہ ضلع کے ڈپٹی کمشنر کو تحریری عرضی دے کر مسجد کو ڈھانے کی کاروائی کی جائے گی۔اسی طرح ہائی کورٹ میں مقدمہ دائر کر کے بھی مسجد کو ڈھانے کا حکم حاصل کرنے کی کوشش ہوگی۔حالانکہ ہندؤں کو سوچنا چاہئے کہ مسجدوں سے زیادہ مندر غیر قانونی زمینوں اور بلا اجازت تعمیر شدہ ہیں۔کہیں یہی حکمت عملی مندروں پر نہ پلٹ پڑے۔اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کچھ کمی نہیں ہے۔''جیسی کرنی،ویسی بھرنی'' بہت مشہور کہاوت ہے۔

---

## نوٹ

ماہنامہ پیغام شریعت ہر ماہ پابندی سے شائع ہو رہا ہے اور آپ کے پاس وقت پر بھیج دیا جاتا ہے۔اگر سالانہ زرتعاون کی میعاد پوری ہوگئی ہو،یا ایک سو پچاس روپیے کے ذریعہ ابھی تک سالانہ ممبر شپ جمع نہ کر سکے ہیں تو فوراً منی آرڈر یا ڈرافٹ یا ای پیمنٹ کے ذریعہ اس کی ممبری فیس ارسال فرما کر رسالہ کو ترقی دیں۔(ادارہ)

R.N.I. NO. DELURD/2015/65657
Publishing Date : 20
Same Month

Postal Registration DL (DG-11) 8085/2016-18
Total 56 Pages With Title Cover, Weight 95 grams
Posting Date : 21 & 22

# Paigam E Shariat Monthly

Vol: - 02, Issue : 20 June - 2017



Owner, Publisher & Printer
**Mohammad Qasim**
Chief Editor
**Faizanul Mustafa Qadri**

Printed at : **M/s Ala Printing Press**
3636 Katra Dina Baig, Lal Kuan, Delhi-110006
**Published from :** H.No. 422, 2nd Floor, Gali Sarotey wali, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-110006